Uploaded by Kainaat
Atlantis Publications
محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز
دائرے میں خوف
اشتیاق احمد

Atlantis Publications

**تفریح بھی، تربیت بھی**

**اٹلانٹس پبلیکیشنز** صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

| | |
|---|---|
| ناول | دائرے میں خوف |
| نمبر | 719 |
| پبلشر | فاروق احمد |
| قیمت | 29 روپے |



ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط وکتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

## احادیث شریف

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"وہ لوگ اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لیے رحم نہیں۔ (یعنی جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے)

(بخاری، مسلم)

☆☆☆☆☆

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے چاند کی طرف دیکھا اور یہ چودھویں رات تھی، چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے نکلا ہوا تھا۔ آپ نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"یقیناً تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی کشمکش نہیں کرنا پڑے گی اور کوئی زحمت نہیں ہوگی، پس اگر تم یہ کر سکو کہ طلوع آفتاب سے پہلی نماز اور غروب آفتاب سے پہلی نماز کے مقابلے میں کوئی چیز کبھی تم پر غالب نہ آئے۔ (یعنی کوئی مشغلہ کوئی دلچسپی یا آرام طلبی وغیرہ فجر اور عصر کی نمازوں کے وقت تمہیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے) تو لازماً ایسا کرو۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

(اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے)

(بخاری، مسلم)

# دو باتیں

السلام علیکم!

مجرم منصوبہ کے بعد اٹلانٹس پبلیکیشنز سے چھٹا ناول... حاضر ہے اور اس طرح یہ میرا سات سو انیس واں ناول ہوگا۔ اس ناول کے ساتھ آپ کو یہ خوش خبری سنا رہا ہوں کہ آئندہ ناول کے ساتھ آپ کو ایک نئی انوکھی کتاب پڑھنے کو ملے گی... صحابہ کے انوکھے واقعات... ان شاء اللہ۔ اب یہ آپکی دلچسپی پر منحصر ہے کہ اسلامی تاریخ کے انوکھے دلچسپ واقعات پر مبنی کتابوں کا یہ سلسلہ اس ایک کتاب کی حد تک رہے یا پھر ہر ماہ اس سلسلے کی ایک کتاب آپ کو ناولوں کے ساتھ ملا کرے۔

اس کتاب کی جھلکیاں آپ اس ناول کے آخر میں پڑھ لیں گے... لہٰذا ہم کیوں نہ اس ناول دائرے میں خوف کی بات کر لیں۔

...... نام آپ کو عجیب سا لگے گا... ناول بھی عجیب ہی ہوگا، غریب نہیں ہوگا... یوں بھی اب ہر چیز کے بھاؤ بڑھ گئے ہیں۔ غریب تو کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی... ناول میں سپنس اگر آپ کو پوری طرح لپیٹ میں لے لے اور آپ خود کو اس کی رو میں بہتے محسوس کریں تو اچھی علامت ہوگی... سپنس کی لپیٹ میں آنے اور رو میں بہنے سے صحت اچھی رہتی ہے... جوڑ توڑ والا ناول ہونے کے ساتھ ساتھ اس بار آپ کو سراغرسانی کا لطف اٹھانے کا خوب موقع ملے گا، میرا ذاتی خیال ہے، آخری لمحات تک مجرم کو پہچان نہیں سکیں گے۔ تاہم میرا خیال خام بھی ہو سکتا ہے، ان خیالوں میں بس یہی بری بات ہے، جب دیکھو خام ثابت ہو جاتے ہیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ آپ کو اپنے خیال کے خام ہونے پر بھی خوشی ہو... آپ پھولے نہ سمائیں اور کہہ اٹھیں بھئی واہ! یہ ناول تو ہمیں دھوکا دے گیا، ہم تو اس کے جھانسے میں آگئے۔ مجرم کو پہچان نہ سکے... اب آپ بلا کھٹکے ناول شروع کر سکتے ہیں۔ شکریہ

اشتیاق احمد



# پراسرار خط

"اس گھر میں کل نو آدمی رہتے ہیں۔ میں ان نو کے نو کو باری باری ہلاک کر دوں گا... لیکن اس سے پہلے انہیں ایک آخری موقع دیتا ہوں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں مجھ پر ایک اتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے، اگر وہ اپنے ظلم کا اقرار کر لیں اور ناانصافی کی تلافی کر دیں تو ان سب کی زندگیاں بچ سکتی ہیں، ورنہ نہیں، میں اپنا نام منظر عام پر لا نہیں سکتا۔ اس لیے کہ ان کے راہ راست پر نہ آنے کی صورت میں مجھے ان لوگوں کو آخر قتل بھی تو کرنا ہوگا اور خود کو گرفتاری سے بچانا بھی ہوگا... آپ کے دوست خان رحمان کا چونکہ اس گھرانے سے دوستانہ تعلق ہے، اس لیے میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں... آپ کو چاہیے، انہیں سمجھائیں... وہ اپنا جرم قبول کر لیں... یہ ٹھیک ہے، انہوں نے اپنے جرم کا کوئی نشان نہیں چھوڑا... اور قانون انہیں سزا نہیں دے سکتا... لیکن ان کے لیے میں ان کے جرم کا ثبوت موجود ہوں... اگرچہ انہیں میرے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں... اور مارے حیرت کے اب ان کا برا حال ہونے والا ہے، جب آپ ان سے بات کریں گے تو ان کی حالت دیکھنے والی ہوگی، میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گا، آپ اس خط کی تحریر کے ذریعے میرا سراغ نہیں لگا سکیں گے... اس خط پر میری انگلیوں کے نشانات بھی نہیں ہیں، جس شہر

ے یہ پوسٹ کیا جارہا ہے، میں اس شہر میں رہتا بھی نہیں... میں کہاں رہتا ہوں ... میں کون ہوں... اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو ان نو افراد کو منالیں... میں سامنے آجاؤں گا... لیکن پہلے آپ کو اس بات کا ثبوت دینا ہوگا... کہ وہ واقعی مان گئے ہیں ... اور وہ ثبوت اس صورت میں ہوگا کہ آپ مجھے روزنامہ نوائے ملت میں اشتہار دے کر خبردار کرسکتے ہیں، اس میں آپ اشارۃً یہ بھی لکھیں گے کہ انہوں نے اپنا کیا جرم بتایا ہے، تبھی مجھے اطمینان ہوگا، ورنہ میں سامنے نہیں آؤں گا... اور ان کا صفایا شروع کردوں گا... یاد رکھیے انہیں صرف تین دن کی مہلت ہے... آپ آج ہی ان سے بات کرلیں۔

والسلام۔"

یہ خط پڑھتے ہی انسپکٹر جمشید نے خان رحمان کے نمبر ملائے۔

دوسری طرف سے فوراً پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی:

"پروفیسر داؤد بات کررہا ہوں، فرمایئے، آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"حد ہوگئی... میں بھول میں آپ کا نمبر ملا بیٹھا... خیر فون تو آپ کو بھی کرنا تھا... آپ فوراً میرے پاس پہنچ جائیں، کیونکہ میں اس وقت تنہا ہوں اور خوف محسوس کررہا ہوں۔"

"کک کیا... خوف... اور تم محسوس کررہے ہو جمشید... یہ خوف کو آخر ہو کیا گیا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ تم نے نمبر غلط نہیں ملایا... میں اس وقت خان رحمان کی طرف ہوں۔"

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے... آپ انہیں ساتھ لے آئیں۔"

"لیکن یہ معاملہ کیا ہے، تم خوف کب سے محسوس کرنے لگے، یہ تو اچھی بات نہیں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔



انسپکٹر جمشید کو ہنسی آگئی، پھر وہ بولے۔

"آپ بس آجائیں... میں بتاؤں گا، ضرورت پڑی تو راستے میں موبائل پر نمبر ڈائل کرلوں گا۔"

"اچھی بات ہے جمشید... لیکن خان رحمان تو یہاں سے تین منٹ کے بعد ہی نکل سکیں گے۔" انہوں نے کہا۔

"وہ کیوں۔"

"ظہور نے آج اوپر تلے تین ہانڈیاں جلادی ہیں، لہٰذا گزشتہ ستائیس منٹ سے کان پکڑے کھڑا ہے... اور اس کی سزا میں ابھی تین منٹ باقی ہیں۔"

"اور آپ ستائیس منٹ سے خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔"

"توبہ کرو جمشید۔" پروفیسر داؤد نے برا مان کر کہا۔

"یا اللہ میری توبہ۔" وہ فوراً بولے۔

"میں نے ابھی بات پوری نہیں کی اور تم نے توبہ شروع کردی... خیر آؤ۔"

"آپ ہی نے تو کہا ہے، توبہ کرو جمشید۔" وہ بولے۔

"یار آج تو تم محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرح باتیں کررہے ہو۔"

"جی نہیں... آج میں اپنے انداز میں باتیں کررہا ہوں۔"

"اچھا بھائی... اب تم سے کون مغز مارے... میں ستائیس منٹ سے یہ منظر نہیں دیکھ رہا... صرف تین منٹ پہلے یہاں پہنچا ہوں۔"

"لیکن تین منٹ تک بھی کیوں یہ منظر دیکھا۔"

"ابھی وجہ پوچھ رہا تھا کہ تمہارا فون آگیا، تم تو بال کی کھال اتارنے لگے ہو جمشید۔"

"خیر... آپ فوراً یہاں پہنچ جائیں... بہت سنجیدہ مسئلہ ہے۔"

"غیر سنجیدہ مسئلوں سے تو ہمارا واسطہ پڑتا ہی نہیں۔" انہوں نے جھلا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے فون بند کر دیا... اور محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف مڑے، اس وقت تک وہ بھی اس پراسرار خط کا مطالعہ کر چکے تھے، جونہی فون سے فارغ ہو کر وہ ان کی طرف مڑے، تینوں بول اٹھے۔

"گویا نو زندگیاں خطرے میں ہیں۔"

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے اور ہمیں تین دن کے اندر اندر ان سے جرم اگلوانا ہے... انہیں مجبور کرنا ہے کہ وہ جرم قبول کر لیں، ورنہ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے... لیکن ابھی تو ہمیں یہ تک معلوم نہیں کہ وہ ہیں کون لوگ؟"

"یہ خان رحمان بتائیں گے۔"

آخر دروازے کی گھنٹی بجی، انداز خان رحمان کا تھا۔

"لیجیے! آ گئے۔" یہ کہتے ہوئے تینوں اچھل کر کھڑے ہو گئے اور بڑھے دروازے کی طرف۔

"نہیں آئے۔" انسپکٹر جمشید پکارے۔

وہ یک دم رکے، ان کی طرف مڑے، حیران ہو کر بولے۔

"کیا کہا آپ نے... نہیں آئے... کون نہیں آئے۔"

"خان رحمان نہیں آئے۔"

"یہ کیا بات ہوئی... اچھا، میں سمجھا... آپ کا مطلب ہے... صرف انکل خان رحمان نہیں آئے... ساتھ میں پروفیسر انکل بھی آئے ہیں۔"

"یہ بات بھی نہیں۔" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔



"میرا خیال ہے... دروازے پر خان رحمان اور پروفیسر صاحب نہیں ہیں۔"

"تب پھر کون ہیں... انداز تو انکل کا ہے۔"

انکل کا نہیں... انکل جیسا۔"

"اوہ... اوہ۔" وہ بولے۔

اسی وقت دستک دوبارہ ہوئی، اب انہوں نے غور کیا، انداز واقعی خان رحمان کا تھا، لیکن ان کا نہیں تھا... وہ محتاط انداز میں آگے بڑھے اور میجک آئی سے باہر دیکھا... باہر ایک لمبے قد کا آدمی کھڑا نظر آیا۔ ساتھ ہی انہوں نے خان رحمان کی کار کو موڑ مڑتے دیکھا، وہ فوراً اپنے والد کی طرف مڑے۔

"دروازے پر ایک لمبے قد کا آدمی موجود ہے... اور ادھر سے انکل کی کار آ رہی ہے۔"

"اوہ... اوہ۔" اس بار ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھے۔

"کون؟" انہوں نے کہا۔

"ایک دوست۔" باہر سے کہا گیا۔

"اس انداز میں گھنٹی بجانا کس سے سیکھا۔" وہ بولے۔

"جس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔" اس نے کہا۔

وہ پھر چونکے... ساتھ ہی انہوں نے کار کو رکتے دیکھا، اجنبی بھی کار کی آواز سن کر اس کی طرف مڑا۔

اسی وقت آواز پیدا کیے بغیر انسپکٹر جمشید نے دروازہ کھول دیا اور لمبے آدمی پر چھلانگ لگائی۔

وہ اسے ساتھ لیتے ہوئے دھڑام سے سڑک پر گرے۔

''ارے ارے، یہ کیا۔'' خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

وہ اس وقت تک کار سے باہر آ چکے تھے۔ انہوں نے دیکھا، انسپکٹر جمشید اس شخص کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر زمین سے لگائے ہوئے تھے اور وہ ان کو چھڑانے کے لیے پورا زور صرف کر رہا تھا، ساتھ ہی انہوں نے محسوس کیا، اس آدمی کو قابو میں رکھنا آسان کام نہیں تھا، ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اس سے خود کو چھڑا چکا تھا۔

''خان رحمان اس کی جیب سے پستول نکال لو۔''

خان رحمان سمجھ گئے کہ دشمن طاقت ور ہے... ورنہ انسپکٹر جمشید اسے قابو کرنے کے ساتھ اس کے اسلحے پر بھی خود ہی قبضہ کر سکتے تھے۔ لہٰذا وہ تیزی سے آگے بڑھے اور اس کا پستول نکال لیا، دوسری جیبیں بھی تھپک کر دیکھ لیں۔

''پستول کا دستہ اس کی کن پٹی پر دے مارو خان رحمان۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

انہوں نے ایک جچا تلا ہاتھ کن پٹی پر رسید کر دیا۔ یہ دیکھ کر ان کی حیرت بڑھ گئی کہ اس نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا تھا۔

''ایک وار اور۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

اب انہوں نے زیادہ زور سے وار کیا۔ آخر اس کے اعضا ڈھیلے ہو گئے، لیکن ابھی خطرہ تھا... کہیں وہ مکر نہ کر رہا ہو، اس لیے انسپکٹر جمشید نے اسے فوراً نہیں چھوڑا... جب یقین ہو گیا، تب ہی چھوڑا۔ اس وقت انسپکٹر جمشید کا جسم پسینے میں بھیگ چکا تھا۔

''اف مالک! میں نے بہت کم لوگ اتنے طاقت ور دیکھے ہیں۔''

اب انہوں نے مل کر اسے اٹھایا اور اندر لے آئے۔

''چلو بھئی... پہلے اسے باندھ دو، کہیں ہوش میں آتے ہی کوئی اور گل نہ کھلا دے۔''



محمود، فاروق اور فرزانہ فوراً حرکت میں آ گئے اور آن کی آن میں اسے باندھ دیا۔ انہوں نے گھر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

''جمشید! یہ کیا چکر ہے۔''

''ابھی تک مجھے بھی کچھ معلوم نہیں... یوں سمجھ لیں، یہ چکر کی ابتدا ہے۔''

''جج... جی... کیا کہا... چکر کی ابتدا... یہ... تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''ہو سکتا ہو گا... ہمیں کیا، ہم کوئی ناول نویس ہیں۔'' فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔ ساتھ میں اس نے برا سا منہ بنایا۔

''اچھا! اب تم اکرام کو فون کر دو... آخر اسے حوالات بھی تو بھجوانا ہو گا۔''

''اس سے کچھ پوچھے بغیر ہی۔'' محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

''فکر نہ کرو... تمہیں پوچھنے تاچھنے کی کھلی چھٹی دی جائے گی۔'' فاروق مسکرایا۔

''پوچھ میں لوں گا، تاچھ تم لینا۔'' محمود اس کی طرف الٹ پڑا۔

''دیکھا، آسان کام خود کرے گا، مشکل میرے ذمے لگا رہا ہے۔''

''وہ کیسے؟'' پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

''پوچھنا سب کو آتا ہے... لیکن تاچھنا شاید ہی کسی کو آتا ہو گا۔''

ایسے میں انسپکٹر جمشید حملہ آور پر جھک گئے... انہوں نے اسے کوئی دوا سنگھائی، فوراً ہی اس نے آنکھیں کھول دیں... پھر اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... وہ چلا اٹھا۔

''نن... نہیں... نہیں۔''

☆O☆O

# نہیں مانتا

"کیانن نہیں... ان الفاظ کا مطلب بتاؤ بھئی، ہمارے پلے نہیں پڑا، یہ آپ کانن نہیں۔" فاروق بول اٹھا۔

انسپکٹر جمشید نے اسے تیز نظروں سے گھورا، پھر اجنبی سے بولے۔

"کیا بات ہے، کس بات پر حیران ہو۔"

"یہ... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا کیسے ہوسکتا ہے؟" محمود بولا۔

"میں ان سے شکست کیسے کھا گیا؟"

"یہ جاننے کے لیے تو ایک بار پھر لڑنا ہوگا... کیا تم میں لڑنے کی ہمت ہے۔"

"میں نے زندگی میں کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی... یہ پہلا موقع ہے لیکن میں اس شکست کو نہیں مانتا۔"

"کیا کہا... اس شکست کو نہیں مانتا، تب پھر کس شکست کو مانتے ہو۔"

"مقابلہ ہوگا... آمنے سامنے سے، یہ وار بے خبری میں تھا۔"

"ضرور ہوگا... تمہاری حسرت پوری کی جائے گی۔" فرزانہ مسکرائی۔



"نہیں فرزانہ، ہمیں کیا ضرورت ہے، وقت ضائع کرنے کی... ہمیں اس پر اپنی طاقت کا سکہ نہیں جمانا... مان لیا، یہ بہت طاقت ور ہے، لیکن اس وقت ہمارے قابو میں ہے۔"

"لیکن... یہ کہتے کہتے وہ مسکرادیا۔ ساتھ میں مسکرایا بھی۔

"لیکن کیا۔" خان رحمان نے پریشان آواز میں کہا۔

"آپ کو مجھ سے مقابلہ کرنا ہوگا... آپ ایسا کرنے پر مجبور ہوں گے۔"

"نہیں بھئی... ایسا وقت نہیں آئے گا... بے فکر رہو... اب یہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے... تم کس ارادے سے آئے تھے۔"

"میرا نام گھونگی ہے... آپ کو گھونٹنے کے لیے آیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"کرائے کا غنڈہ ہوں... کسی نامعلوم شخص نے میری خدمات حاصل کی تھیں... آپ سب لوگوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلانے کے لیے۔"

"گویا تم ہمیں مار پیٹ کر چلے جاتے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"توبہ کرو جی۔" وہ شوخ آواز میں بولا۔

"یا اللہ توبہ۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مار پیٹ کر پھر میں اگلا قدم اٹھاتا، یعنی آپ لوگوں کو اس دنیا سے رخصت کرتا۔"

"اوہو... تب تو تم بہت خطرناک ارادے لے کر آئے تھے... خیر تمہیں کس نے بھیجا تھا۔"

"ہمارے ہاں معاملے کو راز رکھنا پہلی شرط ہے۔"

"لیکن ہم تم سے اگلوالیں گے۔"

"کوشش کر کے دیکھ لیں۔"

اسی وقت اکرام وہاں پہنچ گیا۔اب وہ اسے امتحان گاہ میں لے گئے۔اسے شکنجے میں کسا گیا،امتحان گاہ کی ہر مشین اس پر آزمالی گئی،لیکن اس نے زبان نہ کھولی... آخر اس نے کہا۔

"بلاوجہ محنت کر رہے ہیں... میں تو ویسے ہی بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

"تو بتاؤ نا۔"

"ایسے نہیں۔"

"حد ہو گئی،ابھی کہہ رہے تھے میں تو ویسے ہی بتانے پر تیار ہوں،اب کہہ رہے ہو،ایسے نہیں۔"

"میرا مطلب ہے... آپ میری ایک شرط پوری کر دیں... میں آپ کو اس کا نام بتادوں گا جس نے آپ پر حملہ کرایا ہے۔"

"اچھی بات ہے... شرط کیا ہے۔"

"مقابلہ... میرا اور آپ کا مقابلہ ہوگا۔اگر آپ نے مجھے شکست دے دی تو میں اس کا نام بتادوں گا... شکست نہ دی تو پھر نہیں بتاؤں گا۔"

"اوہ!" وہ حیران رہ گئے۔اب اس کی بات یاد آئی... آخر انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے... میں مقابلے کے لیے تیار ہوں۔"

پھر ایک بڑے ہال میں دونوں آمنے سامنے آگئے۔

"آپ اکیلے ہی لڑیں گے یا اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ میرا مقابلہ کریں گے۔"



"بہت بڑھ بڑھ باتیں کر رہے ہو... میں اکیلا تم سے مقابلہ کروں گا۔"

"پھر کیا خاک مزہ آئے گا۔" اس نے برا سامنہ بنایا۔

"گویا آپ کو مزہ بھی صرف اس صورت میں آئے گا،جب ہم سب مل کر آپ سے مقابلہ کریں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں بالکل۔" وہ ہنسا۔

"آؤ بھئی... ذرا سب مل کر ان کا مقابلہ کریں،بے چارے کو کوئی حسرت نہ رہ جائے۔"

"حسرت کا وقت اب آپ پر آیا چاہتا ہے۔"

"میں مانتا ہوں... تم بہت طاقت ور ہو،لیکن اب اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم ناقابل شکست ہو۔" انسپکٹر جمشید نے برا سامنہ بنایا۔

اب وہ اس کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے،ایسے میں پروفیسر داؤد بولے۔

"میں اکیلا اس کے لیے کافی ہوں۔"

"ہاہاہا... ایک بوڑھا آدمی کہہ رہا ہے،وہ اکیلا گھونکی کے مقابلے پر کافی ہے۔"

"بھئی تم ہمارے پروفیسر انکل کو نہیں جانتے،یہ بڑے سے بڑے پہلوان کو چٹکی بجاتے ہی ڈھیر کر دیتے ہیں۔"

"ہاتھوں اور پیروں سے لڑ کر؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ارے نہیں... یہ ہاتھ پیر ہلانے کے عادی نہیں،یہ تو بس ہونٹوں کو ہلکی سی حرکت دیتے تو آدمی یہ جا،وہ جا،جیب سے کوئی چیز نکال کر اگر دشمن کے قدموں کی طرف اچھال دیں تو دشمن اچھلتا دکھائی دے گا،اس کی چیخ سنائی دے گی اور بس۔"

"یہ تو پھر بہادری نہ ہوئی... یہ سائنس دان ہیں نا۔"

"ہاں! ہے تو یہی بات۔"

"میں ہاتھوں اور پیروں کی لڑائی کی بات کر رہا ہوں، ایجادات کے ذریعے کسی کو چت کر دینا کیا بہادری ہے۔"

"دراصل ہمارا مقصد بہادری دکھانا نہیں ہوتا، ہم تو دشمن کو قابو کرنے کی بات کرتے ہیں۔"

"لیکن اس وقت مسئلہ ہے، بہادری دکھانے کا، اپنی دھاک بٹھانے کا۔"

"ٹھیک ہے، جمشید میں بٹھاؤں گا۔" پروفیسر بولے۔

"آپ بٹھائیں گے... کک... کیا بٹھائیں گے۔"

"دھاک... وہ بھی اپنی... اس سے ہاتھوں پیروں سے مقابلہ کر کے۔"

"نن... نہیں... بالکل نہیں... فوراً اپنا فیصلہ واپس لیں۔" انسپکٹر جمشید کانپ گئے۔

"نہیں... نہیں لوں گا۔" وہ بولے۔

"کک... کیا نہیں لیں گے انکل... آج آپ کو ہو کیا گیا ہے۔" محمود ہکلایا۔

"آج مجھے بس وہ ہو گیا ہے... جو کبھی جوانی میں ہوا کرتا تھا۔"

"جی... جوانی میں ہوا کرتا تھا... کیا ہوا کرتا تھا؟"

"دورہ... دورہ پڑا کرتا تھا مجھ پر۔"

"ارے باپ رے... آپ نے پہلے کبھی نہیں بتایا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اب تو بتا دیا نا... نوٹ کر لو بوقت ضرورت کام آئے گا۔" پروفیسر بولے۔

"پروفیسر صاحب... خدا کے لیے اپنا فیصلہ واپس لے لیں، ہم جو ہیں



اس سے مقابلہ کرنے کے لیے۔"

"اب یہ نہیں ہوگا۔"

"آپ کا مطلب ہے... آپ اس سے واقعی مقابلہ کریں گے۔"

"ہاں! بالکل۔" وہ مسکرائے۔

"مارے گئے پھر تو۔"

"مارے جائیں تمہارے دشمن۔"

"آخر آج یہ آپ کو سوجھ کیا گئی... اپنی عمر دیکھیں... لڑائی کا فن آپ ویسے بھی نہیں جانتے... ان حالات میں جو ہوگا، ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"خان رحمان ٹھیک کہہ رہے ہیں، پروفیسر صاحب۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں خبردار کیا۔

"خاک ٹھیک کہہ رہے ہیں... تم لوگ میرے راستے سے ہٹ جاؤ... میں تم سب سے عمر میں بڑا ہوں... تمہارا بزرگ ہوں، بزرگوں کا کہنا مانتے ہیں... ورنہ میں اپنا دودھ... ارے باپ رے... یہ تو عورتیں کہا کرتی ہیں، بلکہ عورتیں بھی نہیں مائیں... سوری... ورنہ میں تم لوگوں کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔"

اس لمحے ان کا لہجہ سخت ہو گیا۔ وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے... ساتھ میں وہ فکرمند بھی ہو گئے۔

ادھر پروفیسر داؤد تیزی سے قدم اٹھا کر عین گھونگی کے سامنے جا کھڑے ہوئے تھے۔ گھونگی عجیب انداز سے ہنسا اور پھر بلا کی تیزی سے اچھلا۔

☆O☆O

# اس کا کیا مطلب

جونہی وہ پروفیسر صاحب کی طرف اچھلا، انہوں نے دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔ فوراً ہی انہوں نے یہ حیرت انگیز ترین منظر دیکھا کہ گھونگی ان کے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ سر سے بلند کر لیے تھے۔ پھر انہوں نے اسے دیوار کی طرف اچھال دیا۔ وہ تیر کی طرح دیوار کی طرف گیا اور اس بری طرح ٹکرایا کہ اس کے منہ سے دل دوز قسم کی چیخ نکل گئی۔

اس کے بعد انہوں نے دیکھا، وہ بالکل ساکت پڑا تھا۔ پروفیسر داؤد پرسکون انداز میں کھڑے اس کے اٹھنے کا انتظار کرتے رہے، جب کہ دوسروں کا مارے حیرت کے برا حال تھا... آخر گھونگی کے جسم میں حرکت ہوئی، اس نے سر کو دو تین زوردار جھٹکے دیے، پھر اکڑوں بیٹھ گیا۔

''اٹھو بھئی... میں آخر کب تک انتظار کروں گا۔'' پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

ان کی آواز سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں، پھر مشکل سے بولا۔

''نہیں... میں آپ سے نہیں لڑ سکتا۔''

''کیا!!!'' وہ سب ایک ساتھ چلائے۔ جب کہ پروفیسر داؤد صرف مسکرائے۔



''میں نہیں لڑ سکتا۔''

''دھت تیرے کی... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔'' پروفیسر داؤد نے دونوں ہاتھ جھاڑے، جیسے ان پر گرد لگ گئی ہو۔

''تب پھر اس کا نام بتاؤ... جس نے تمہیں اس کام پر مقرر کیا تھا۔''

''ہاں کیوں نہیں... میں قول کا پکا ہوں... میں مقابلہ ہارا ہوں، اس لیے نام بتاؤں گا، اب چاہے کچھ ہو جائے۔'' اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''اب چاہے کچھ ہو جائے... اس کا کیا مطلب؟''

''اس کا نام بتا دینے کی صورت میں، وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا، مجھے یہ شرط نہیں لگانا چاہیے تھی۔''

''تم بھول رہے ہو، اگر تم یہ مقابلہ طے نہ کرتے، تب بھی ہم تم سے اس کا نام اگلوا لیتے۔''

''میں ہرگز نہ بتاتا۔''

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تم اپنی طاقت کا بھی اسی طرح ڈھنڈورا پیٹ رہے تھے اور مار کھا گئے ہمارے بوڑھے ساتھی سے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''خبردار جمشید... جو مجھے بوڑھا کہا... اب بوڑھا کہنے کا کیا جواز رہ گیا بھلا؟'' پروفیسر داؤد چلائے۔

''اوہ ہاں! یہ تو ہے... خیر... میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔''

''چلو خیر... لے لو... تم بھی کیا یاد رکھو گے۔''

''جی کیا... لے لو۔'' خان رحمان بے خیالی کے عالم میں بولے۔

''وہ بھئی الفاظ... اور کیا۔'' انہوں نے کہا۔

''حد ہو گئی... توبہ ہے آپ سے۔'' خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا، جس طرح تم طاقت کے گھمنڈ میں مارے گئے، اسی طرح یہ گھمنڈ بھی تمہارے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا... اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم نام بتادو۔"

"اس کا نام رگو ہے، استاد رگو... اس نے مجھ جیسے نہ جانے کتنے غنڈے پالے ہوئے ہیں... ادھر آپ اس کے پاس جائیں گے... ادھر وہ میری طرف اپنے غنڈوں کو بھیج دے گا اور پھر میری لاش کسی سڑک کے کنارے پڑی ہوگی۔"

"یہاں سے رخصت ہونے سے پہلے ہم تمہاری حفاظت کا انتظام کر کے جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے... استاد رگو سرائے کالازار میں رہتا ہے، یہ سرائے اس کی اپنی ہے... وہاں مسافروں کو نہیں رکھا جاتا... صرف اس کے غنڈے وہاں رہتے ہیں، وہاں ذرا سوچ سمجھ کر جایئے گا۔"

"اور یہ سرائے ہے کہاں۔"

"کاسوم وادی میں۔"

"اوہ نہیں۔" انسپکٹر جمشید اچھل پڑے۔

انہوں نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا ابا جان۔" فرزانہ بے چین ہو گی۔

"پولیس والوں کو کاسوم وادی کے بارے میں عجیب و غریب اطلاعات ملتی رہتی ہیں، لیکن جب پولیس وہاں جاتی ہے تو کچھ بھی نہیں ملتا... جس سرائے کا اس نے نام لیا ہے... اس کی تلاشی تو نہ جانے کتنی بار ہو چکی ہے... لیکن آج تک وہاں سے ایک غنڈہ بھی پکڑا نہیں گیا... وہ سرائے ایک عورت کی ہے، اس کا نام بی بی ہے... وہ اس سرائے میں مسافروں کو کمرے کرائے پر دیتی ہے اور بس... اس کا مطلب



ہے... گوکی تم ہمیں چکر دے رہے ہو۔"

"جی نہیں... وہ عورت بی بی رگو کی بیوی ہے... جب وہ پولیس کو آتے دیکھتے ہیں تو یہ سرائے کے تہ خانے میں چلے جاتے ہیں..."

"اس کا دروازہ کیسے کھلتا ہے... کیسے بند ہوتا ہے۔"

"یہ صرف رگو جانتا ہے... ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا، یہاں تک کہ بی بی بھی نہیں جانتی۔"

"خیر کوئی بات نہیں! ہم اسے دیکھ لیں گے۔"

O

اب وہ سرائے کالازار کی طرف روانہ ہوئے۔ کاسوم وادی شہر سے باہر ایک آبادی تھی... پہاڑوں کے درمیان گھری یہ وادی ایک تفریحی مقام تھا۔ لوگ دور دور سے اس مقام کی سیر کے لیے آتے تھے۔ یہ سفر شروع کرنے سے پہلے انہوں نے ریڈی میڈ میک اپ کر لیا تھا۔

وہ ایک گھنٹے کے سفر کے بعد اس وادی میں پہنچ گئے۔ چند لوگوں سے سرائے کالازار کا پتا پوچھا، آخر اس کے سامنے پہنچ گئے۔ انہوں نے روانہ ہونے سے پہلے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ کہاں جا رہے ہیں، لہٰذا انہیں امید تھی، استاد رگو سے ملاقات ہو جائے گی۔

وہ سرائے کے اندر داخل ہوئے۔ کاؤنٹر پر انہیں کالے رنگ کی ایک موٹی سی عورت بیٹھی نظر آئی۔ انہیں دیکھ کر اس نے برا سا منہ بنایا اور ان کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہی بولی۔

"کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔"

"اسی لیے تو آئے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی، اسی لیے تو آئے ہیں میں نے یہ نہیں کہا کہ کمرے خالی ہیں، بلکہ میں نے تو یہ کہا ہے کہ کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔"

"اور ہم نے یہی سنا ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"تب پھر آپ نے یہ کیوں کہا کہ اسی لیے تو آئے ہیں۔"

"مطلب یہ کہ ہم اس سرائے میں ٹھہرنے کی نیت سے نہیں آئے۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"تب پھر... کس لیے آئے ہیں۔"

"ہمیں تو بس استاد رگو سے ملنا ہے، ایک بہت بڑا معاملہ انہیں سونپنا ہے... اتنا بڑا کیس استاد رگو کو آج تک نہیں ملا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" بی بی نے چونک کر کہا۔

"ہم جانتے ہیں استاد رگو کیا کام کرتے ہیں، آپ انہیں بس اطلاع دے دیں... مل وہ خود لیں گے ہم سے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے... یہاں کوئی استاد رگو نہیں رہتے، یہ میری سرائے ہے... اسے میں خود چلاتی ہوں..."

"اچھی بات ہے... ہمیں اس سرائے کی تلاشی لینے دیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی... کیوں تلاشی دے دوں... آپ کون لوگ ہیں۔"

"آپ ہمیں پولیس آفیسر خیال کر لیں۔"

"پولیس..." اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"جی ہاں!" وہ بولے۔

"آپ لوگ وردی میں نہیں ہیں اور آپ کے ساتھ تو یہ بچے بھی ہیں، ضرور آپ مذاق کر رہے ہیں۔" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔



"آپ صرف یہ بتا دیں، رگو کہاں ہے... اور بس۔"

"یہاں کوئی استاد رگو نہیں رہتے، آپ آس پاس کے لوگوں سے پوچھ لیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ نے ابھی کہا تھا، کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔"

"ہاں بالکل کہا تھا... تو پھر۔"

"ہم دیکھنا چاہتے ہیں، کیا سرائے کے تمام کمرے پُر ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ زور سے اچھلی۔

"محمود... کاسوم وادی کے پولیس اسٹیشن کو فون کرو، ان سے کہو فوراً یہاں آجائیں۔"

"میری طرف سے کہ دیں کہ فوراً یہاں آجائیں، چند بہروپیوں کو گرفتار کروانا ہے۔" بی بی نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کہاں ہیں بہروپیے۔" فاروق نے حیران ہو کر چاروں طرف دیکھا۔

"معلوم ہوتا ہے، تم نے کبھی آئینہ نہیں دیکھا۔"

"آپ کا مطلب ہے، ہم بہروپیے ہیں۔"

"ہاں تو اور کیا۔"

"محمود، فون پر ان کا پیغام بھی دے دو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جی اچھا۔" وہ بولا۔

"اب آئے گا مزہ۔" بی بی بولی۔

"اچھا ہی ہے... آجائے... بے چارے کو نہ جانے کتنی مدت ہو گئی، آیا نہیں۔"

"کک... کون؟" پروفیسر داؤد نے چونک کر کہا۔

"جی مزہ۔" فاروق بولا۔

''اماجاؤ... کیوں مذاق کرتے ہو... مجھ سے تو تھوڑی دیر پہلے ملاقات ہوئی تھی۔'' پروفیسر بولے۔

''آپ کی ملاقات ہوئی تھی... کس سے۔'' فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مزے سے اور کس سے۔''

''اور وہ کب انکل۔''

''جب میں گگ... گھو... میرا مطلب ہے... جب میں نے اسے اٹھا کر دیوار پر پھینک مارا تھا۔''

''اوہ ہاں! انکل... ہم تو بھول ہی گئے، آپ نے اس طرح لڑنا کہاں سے سیکھا تھا۔''

''اپنے ابا جان سے... وہ ایک بادشاہ کے نامی گرامی پہلوان تھے۔ مجھے بھی پہلوان بنانا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے مجھے بھی پہلوانی کے تمام داؤ پیچ سکھائے تھے اور میں خوب ماہر ہو گیا تھا، لیکن میرا رجحان سائنس کی طرف تھا، اس لیے پہلوان نہ بن سکا... یہ اور بات ہے کہ میں ایک پہلوان بھی ہوں۔''

''لیکن پھر بھی... جب ایک شخص مشق نہیں کرتا تو کیا اپنے داؤ پیچ بھول نہیں جاتا۔'' خان رحمان بولے۔

''اور تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں مشق نہیں کرتا... میں تو باقاعدہ صبح کے وقت ورزش کرتا ہوں...''

''اوہو اچھا... یہ بات ہمیں معلوم نہیں تھی۔''

''مشق دیکھنا ہو تو میرے باغ میں آ جانا۔''

''اب تو ہم ضرور آئیں گے۔''



اسی وقت محمود نے کہا۔

''انسپکٹر کا لیا آ رہے ہیں۔''

''اب آئے گا مزہ۔'' اس نے پھر کہا۔

''اب اس مزے کو آ ہی جانا چاہیے۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

پھر پولیس کی ایک جیپ اور ایک بڑی گاڑی وہاں آ کر رکی۔ پولیس آفیسر سید حابی بی کی طرف آیا۔ ادب سے اس کے سامنے جھکا۔ جیسے اس کا غلام ہو، پھر اس نے کہا۔

''کیا حکم ہے بی بی صاحب!''

☆O☆O

# تم سب

بی بی نے پرغرور انداز میں ان پر ایک نظر ڈالی جیسے کہہ رہی ہو۔

''تم لوگوں نے دیکھا، یہ میری کس طرح عزت کر رہا ہے۔''

پھر وہ انسپکٹر کی طرف مڑی۔

''انسپکٹر کالیا! آپ ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔''

''یہاں آنے کے بعد پہلے آپ کی طرف متوجہ ہوا تھا تا کہ آپ سے حکم معلوم کرلوں... اس لیے ان حضرات کی طرف نہیں دیکھ سکا... اب آپ نے فرمایا ہے تو دیکھ لیتا ہوں... لیجیے! میں نے ان لوگوں دیکھ لیا، اب فرمائیں... کیا ان کے بارے میں کوئی حکم ہے۔''

''ہاں... یہ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔''

''ان کی یہ مجال۔'' وہ غرایا۔

''اور مزے کی بات یہ کہ ان کا کہنا ہے کہ یہ پولیس والے ہیں۔''

''کک... کیا مطلب؟'' وہ گھبرا کر بولا، پھر ان کی طرف مڑا، چند لمحے تک انہیں غور سے دیکھتا رہا، پھر بولا۔

''آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔''



''ہاں! بالکل... ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔''

''کیا واقعی۔'' اس کے لہجے میں شک بھی تھا اور طنز بھی...

''ہاں جناب! آپ چاہیں تو ہمارے کارڈ دیکھ سکتے ہیں... اور یہ بھی بتا دیتے ہیں، ہم یہاں رگو کی تلاش میں آئے ہیں۔''

''رر... رگو...''

''انہیں کسی نے غلط بتا دیا ہے... یہاں بھلا کوئی رگو رہتا ہے۔'' بی بی نے جلدی سے کہا۔

''بالکل نہیں، ان سے کس نے کہہ دیا۔'' انسپکٹر کالیا نے بوکھلا کر کہا۔

''پتا نہیں، میں نے ان سے پوچھا نہیں۔''

''آپ سے کس نے کہہ دیا کہ یہاں رگو نام کا کوئی شخص رہتا ہے۔''

''خفیہ اطلاعات ہیں ہمارے پاس۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''پہلے تو ذرا آپ لوگ اپنے کاغذات دکھا دیں۔''

''ضرور کیوں نہیں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے اپنا کارڈ اس کے سامنے کر دیا... کارڈ پڑھ کر وہ بہت زور سے چونکا۔

''نن... نہیں۔''

''نن... نہیں... کیا۔'' بی بی نے منہ بنایا۔

''یہ... یہ انسپکٹر جمشید ہیں، ملک کے مشہور و معروف سراغرساں۔''

''ہوں گے... مجھے کیا... یہ یہاں کسی رگو نام کے شخص کی تلاش میں آئے ہیں، رگو کو یہاں سے برآمد کر لیں۔''

''بالکل ٹھیک ہے۔'' انسپکٹر کالیا نے جلدی سے کہا۔

''آپ ہمارا ساتھ دیں گے، یا ان کا۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"کک... کون میں... ظاہر ہے... میں ایک سرکاری آفیسر ہوں
... اور آپ بھی سرکاری آفیسر ہیں، لہٰذا میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

"بھئی ذرا سوچ کر بات کریں..."

اس میں بھلا سوچنے کی کیا بات ہے۔"

"بہت خوب! آئیے پھر گاڑی میں بیٹھ کر باتیں کریں گے... یہاں
مناسب نہیں۔"

"ضرور کیوں نہیں... آپ بی بی ذرا انتظار کریں۔"

"انتظار تو میں کرلوں گی، انسپکٹر کالیا، لیکن کچھ بدلے بدلے نظر آرہے
ہو... اگر مکمل طور پر بدل کر ان لوگوں کا ساتھ دینے کا پروگرام ہے تو مجھے ابھی بتادو،
کیونکہ یہاں بہرحال تم سے بڑے آفیسر بھی موجود ہیں، میں ایس پی ڈوگر کو بلالوں
گی... وہ تو ان لوگوں سے نہیں ڈریں گے نا۔"

"بی بی... بات ڈرنے کی نہیں ہے... قانون کی ہے... میں پہلے ان کی
بات سن تولوں... پھر آپ کو آکر بتاؤں گا، اس کے بعد آپ ضرورت سمجھیں تو ایس پی
صاحب کو بلالیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا..."

"اچھی بات ہے، لیکن انسپکٹر صاحب... اگر آپ نے ذاتی طور پر ان کا
ساتھ دیا تو پھر ہمارا آپ کا تعلق بھی تو ختم ہو جائے گا۔"

"جی ہاں! میں یہ بات سمجھتا ہوں... آئیے سر۔"

اور پھر وہ گاڑی میں آبیٹھے۔

"ایسا لگتا ہے... جیسے آپ اس عورت کے ماتحت ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے
طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ بات نہیں ہے جناب... لیکن یہ عورت بہت اثر رسوخ والی ہے



... آپ نے سنا نہیں، ابھی ایس پی صاحب کو بلانے کی بات کر رہی تھی۔"

"تو بلا لینے دیں، آپ کیوں فکر مند ہوتے ہیں۔"

"آپ کو ابھی یہاں کے معاملات کا علم نہیں... بہرحال! آپ پہلے یہ
بتائیں، معاملہ کیا ہے۔" اس نے تیز تیز انداز میں کہا۔

"ہمیں رگو کی تلاش ہے... ہم معلومات حاصل کر چکے ہیں، رگو اس
عورت کا خاوند ہے، اس سرائے میں صرف جرائم پیشہ لوگ ٹھہرتے ہیں اور جرائم
کرتے ہیں، پھر سرائے میں آجاتے ہیں۔ یہ گویا ان کے لیے پناہ گاہ ہے، رگو یا تو ان
سب کا استاد ہے اور وہ اس کے گروہ میں کام کرتے ہیں، یا پھر وہ خود مختار ہیں، لیکن
اس جگہ کو اپنے اڈے کے طور پر استعمال کرتے ہیں... رگو ان سے فیس وصول کرتا
ہوگا... بہرحال جو بات بھی ہو، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں، ہمیں تو غرض صرف رگو
سے ہے... آپ ہمیں صرف رگو کے بارے میں بتادیں۔"

"مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں... ہمارا تعلق تو صرف بی بی سے ہے
، وہ بھی اس لیے کہ اس کی پہنچ ایس پی صاحب تک ہے، ایس پی صاحب کی ہدایات
ان کا خیال رکھنے کی ہیں۔"

"مطلب یہ کہ اب مجھے ان کی تلاشی لینا ہوگی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کا مطلب ہے، سرائے کی تلاشی... لیکن جناب! اس سے کیا ہوگا
بھلا۔"

"اس کا کہنا ہے، تمام کمرے کرائے پر چڑھے ہوئے ہیں... ہم دیکھنا
چاہیں گے، وہ کون لوگ ہیں، جنھوں نے کمرے کرائے پر لے رکھے ہیں... دوسری
بات، اس سرائے کے نیچے کوئی خفیہ تہ خانہ تو نہیں ہے... ہو سکتا ہے، رگو وہاں ہو۔"

"آپ کی مرضی... میں کیا کہہ سکتا ہوں... جب آپ ایسا کرنا چاہیں گے

تو وہ ایس پی صاحب کو بلائے گی۔"

"تو کیا ہوا... ہم قانون کی رو سے تلاشی لیں گے... کوئی غیر قانونی لیں گے نہیں۔"

"ہوں! اچھا... ٹھیک ہے... آیئے ہم پہلے اس سے بات کرتے ہیں۔"

اب وہ پھر بی بی کے پاس آئے... وہ جوں کی توں بیٹھی تھی۔

"بی بی! یہ لوگ رگونامی شخص کا پتا چاہتے ہیں، اگر انہیں اس کے بارے میں نہیں بتایا جائے گا تو پھر یہ لوگ سرائے کی تلاشی لیں گے... اب آپ سوچ لیں، کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا۔"

"آپ کس مرض کی دوا ہیں۔" اس نے تنگ آ کر کہا۔

"اگر ان کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہوں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" اس نے پریشانی کے عالم میں کندھے اچکائے۔

"لیکن یہاں کے پولیس آفیسر آپ ہیں، ایس پی صاحب ہیں، یہ براہ راست میری سرائے میں کیسے آسکتے ہیں... یہ بھی تو سوچیں۔"

"ہاں! آپ کی یہ بات وزنی ہے۔" انسپکٹر کالیا نے کہا۔

"جی نہیں! اس میں کوئی وزن نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" بی بی اس کی طرف الٹ پڑی۔

"آپ کی اس بات میں وزن اس لیے نہیں کہ ہم جہاں چاہیں، جس وقت چاہیں، جا سکتے ہیں... ملک کے کسی حصے میں بھی وہاں کے پولیس آفیسر کو اطلاع دیے بغیر جا سکتے ہیں، تلاشی لے سکتے ہیں۔"

"یہ میں کیا سن رہی ہوں۔"

"ان کے پاس اس قسم کے کوئی اختیارات ہوں گے۔" اس نے فوراً کہا۔



"تم نے وہ اختیارات چیک کیے۔"

"یہ مجھ سے اعلیٰ آفیسر ہیں، میں چیک نہیں کر سکتا۔" انسپکٹر کالیا بولا۔

"اچھی بات ہے، میں اب ایس پی صاحب کو بلاؤں گی۔"

"ضرور... لیکن ذرا جلدی... کیونکہ ہم زیادہ دیر تک انتظار نہیں کر سکتے۔"

اس نے برا سا منہ بنا کر ہاتھ فون کی طرف اٹھایا۔

"آؤ بھئی... ہم پھر گاڑی میں بیٹھتے ہیں۔" وہ بولے۔

"جی ہاں ضرور... کیوں نہیں۔"

پندرہ منٹ بعد وہاں ایس پی صاحب کی گاڑی آ کر رکی، انسپکٹر کالیا فوراً ان کی طرف لپکا۔

"سر... یہ ہیں وہ حضرات۔"

"آپ کی تعریف!" ایس پی بولے۔

"مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔"

"آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا... مجھے ایس پی ڈوگر کہتے ہیں۔"

"اچھا ہوا، آپ آگئے، ہم اس سرائے کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"کوئی خاص بات۔"

"ہمیں رگونامی ایک شخص کی تلاش ہے، ہماری اطلاعات کے مطابق وہ اس سرائے میں ملے گا۔"

"آپ کی اطلاع، میں سمجھتا ہوں، درست نہیں ہے، لیکن میں رکاوٹ نہیں بنوں گا، آپ صرف تلاشی کے وارنٹ دکھا دیں، اور تلاشی لے لیں۔"

"شکریہ!" انہوں نے کہا اور اجازت نامہ دکھا دیا۔

وہ حیرت زدہ رہ گئے... پھر انہوں نے کہا۔

"اب کوئی کیا دخل دے گا... آپ شوق سے تلاشی لیں۔"

"ایس پی صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں..." بی بی نے تیز لہجے میں کہا۔

"بی بی... معاملہ قانون کا ہے... ہم مجبور ہیں۔"

"لیکن میں مجبور نہیں۔"

کیا مطلب؟" ایس پی صاحب چونکے۔

"تم سب زد پر ہو۔"

☆O☆O



# دو لاشیں

"کیا فضول بات ہے۔" ایس پی صاحب جھلا کر بولے۔

"ایس پی صاحب ہوش کے ناخن لیں، آپ بھی اور یہ لوگ بھی مکمل طور پر زد میں ہیں۔"

"ہمیں وہ زد نظر کیوں نہیں آ رہی۔" ایس پی صاحب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آپ نے ان دیواروں کی طرف دیکھا ہی کب ہے۔" وہ ہنسی۔

اب انہوں نے چونک کر دیواروں کی طرف دیکھا۔ چاروں طرف سے کلاشن کوفوں کی نالیں جھانک رہی تھیں۔

"بی بی! ہم تو آپ کو اپنا دوست سمجھتے تھے، نکلی آپ دشمن... افسوس۔" ایس پی بولے۔

"ابھی آپ نے میری دشمنی دیکھی کب ہے، ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔"

"افسوس..." ایس پی صاحب نے پھر کہا۔

"جتنا چاہیں افسوس کر لیں، اس لفظ سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"اب ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔"

"انہیں رگو کے پاس لے چلیں، بہت شوق ہے انہیں رگو سے ملنے کا۔"

"کیا مطلب... اب تم خود رگو کا نام لے رہی ہو۔" ایس پی صاحب نے چونک کر کہا۔

"اس... اس کا مطلب ہے، یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے تھے۔"

"ہاں! بالکل رگو میرا خاوند ہے..."

"حیرت ہے، ہم آج تک اس بات سے بے خبر رہے۔" انسپکٹر نے کہا۔

پھر ان سب کو ہاتھ اوپر اٹھا دینے کا حکم دیا گیا... وہ کیا کر سکتے تھے۔ ہاتھ اٹھا دیے، اب ان کی جیبیں خالی کی گئیں، پستولوں کے علاوہ نقدی وغیرہ بھی نکال لی گئی۔ پھر انہیں سرائے کے سب سے آخری کمرے میں لایا گیا، اس کمرے کے فرش پر بہت موٹا قالین بچھا تھا۔ اس قالین کو اٹھا گیا۔ بی بی نے فرش پر خاص انداز سے دستک دی... ساتھ ہی کمرے میں آواز گونجی۔

"ہاں! کیا رہا۔"

"مہمان آگئے، دروازہ کھول دو۔" بی بی بولی۔

فوراً ہی فرش میں ایک خلا نمودار ہوا، اس میں سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔

"چلو تم سب نیچے۔" بی بی غرائی۔

"بی بی! تم قانون کے محافظوں کے ساتھ یہ سب کر رہی ہو، اس بات کا خیال رہے۔" ایس پی صاحب غرائے۔

"ابھی پتا چل جائے گا، ایس پی صاحب۔" بی بی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

نیچے پہنچ کر انہوں نے دیکھا، وہ ایک بہت بڑا ہال تھا، وہاں دیواروں کے ساتھ الگ الگ کمرے بھی تھے، گویا نیچے بھی باقاعدہ سرائے موجود



تھی۔ ان کمروں میں غنڈے بھرے ہوئے تھے، صحن کے بیچوں بیچ ایک لمبے قد کا غنڈہ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"یہ رہا رگو... تم لوگوں کو اس کی تلاش تھی نا۔" بی بی نے اشارہ کیا۔

"ہاں! اسی کی تلاش تھی۔" انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر اس کی طرف بڑھے۔

"خبردار جہاں ہو، وہیں سے بات کرو، ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے، چاروں طرف جو کمرے ہیں، ان سے رائفلیں جھانک رہی ہیں۔"

انہوں نے دیکھا، وہ سچ کہہ رہا تھا۔

"گھونگی کو ہماری طرف تم نے بھیجا تھا۔" انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"کک... کیا مطلب... تت تو کیا... آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"ہاں! یہ میں ہوں... کہو، کیا کہتے ہو۔ گھونگی اب حوالات میں ہے، اس کے بعد تم حوالات میں نظر آؤ گے... لہٰذا سیدھی طرح بات کرو۔"

"آپ ہوں گے انسپکٹر جمشید... لیکن ہم کسی سے نہیں ڈرتے... اور یہاں تو ہیں ہی آپ ہمارے قابو میں..."

"تم صرف سوالات کے جواب دو، ورنہ بھیجا اڑا دوں گا... تم سب کے سب میری زد پر ہو۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"کیا کہا... ہم سب کے سب آپ کی زد پر ہیں، آپ کا دماغ چل گیا ہے، یہاں آکر... میری رائفلیں دیکھ کر۔" یہ کہہ کر رگو ہنسا۔

"یقین نہیں تو اشارہ کرو... تم اپنے کون سے ساتھی کی لاش دیکھنا پسند کرتے ہو۔"

"کیا مطلب... تم... تم یہاں، اس حالت میں میرے کسی بھی ساتھی

کولاش میں تبدیل کر سکتے ہو۔"

"میں نے کہا نہیں... اشارہ کر کے دیکھ لو ... معلوم ہو جائے گا۔"

"لیکن تمہارے ہاتھ میں تو پستول تک نہیں ہے۔"

"تمہیں اس سے کیا ..."

"اچھی بات ہے... تمہارے دائیں طرف جو کمرہ ہے... اس کمرے میں موجود ساتھی کی لاش دکھا دو۔"

فوراً ہی ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی... تہ خانے میں موت کا سناٹا چھا گیا۔ رگو کا رنگ اڑ گیا... آخر اس کے منہ سے نکلا۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے... انسپکٹر جمشید نے کوئی حرکت نہیں کی... اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کوئی حرکت نہ کی... پھر ہمارا ساتھی کیسے مر گیا۔"

"میں نے حرکت کی ہے... تم اس حرکت کو دیکھ نہیں سکے... میں نے صرف آنکھ کا اشارہ کیا ہے۔"

"آخر کیسے..."

"جس طرح تم اپنے ارد گرد غنڈے کھڑے کر سکتے ہو، کیا میں اپنے خفیہ ساتھیوں کو اپنے ارد گرد نہیں رکھ سکتا... تہ خانے کی سیڑھیوں میں کھڑے ہر غنڈے کے پیچھے میرا ایک خفیہ کارکن موجود ہے... یہ میرے ساتھیوں کے اندر آنے کے بعد تہ خانے میں داخل ہوئے تھے... یقین نہیں تو سب لوگ مڑ کر دیکھ لیں۔"

اب جو انہوں نے مڑ کر دیکھا... ہر ایک کے پیچھے ایک گن مین نظر آیا اور ان سب نے رائفلوں کی نالیں، ان کی کمروں سے صرف ایک انچ کے فاصلے پر رکھی ہوئی تھیں۔

"لل... لیکن... ہم نے انہیں آتے ہوئے کیوں نہیں دیکھا۔"



"جب یہ تہ خانے میں داخل ہوئے، اس وقت ان سب کے سروں پر سلیمانی ٹوپیاں تھیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"یہی تو ان لوگوں کا کمال ہے، یہ اپنی موجودگی کا احساس تک نہیں ہونے دیتے، رگو... اب تمہارے پاس وقت نہیں ہے... یا تو اب تم اس آدمی کا نام بتاؤ گے یا گولی کھاؤ گے... کس نے تمہیں گھونگی کے ذریعے ہم پر حملہ کرانے کے لیے مقرر کیا تھا۔"

ان الفاظ کے ساتھ رگو تیورا کر گرا اور ساکت ہو گیا۔

"یہ... یہ اسے کیا ہوا جمشید۔" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کسی نے اسے ختم کر دیا تاکہ یہ اس شخص کا نام نہ بتا سکے۔"

"لیکن کس نے... یہاں اس تہ خانے میں تو اس کے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"دوستوں میں دشمن بھی چھپے ہوتے ہیں اور اس کا مطلب ہے... جس نے رگو کو ختم کیا ہے... اسے یہ بات معلوم ہے... رگو سے کام لینے والا کون ہے، رگو کے ساتھیو... تم سب ہماری زد پر ہو... ہم بھی اگرچہ تمہاری زد پر ہیں، لیکن پہلے ہماری گولیاں چلیں گی... لہٰذا میرا مشورہ ہے، تم سب اپنی رائفلیں پھینک دو۔"

رائفلیں گرنے کی آواز گونج اٹھی۔

"اب وہ شخص خود بتا دے... کہ رگو کو اس نے قتل کیا ہے۔"

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔

"کیا کمروں سے سب لوگ نکل آئیں ہیں۔"

"دیکھنا پڑے گا سر۔" خفیہ فورس کے ایک کارکن نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے... پہلے ان لوگوں کو باندھ لیا جائے... پھر کمروں کی

تلاشی لی جائے۔"

وہ حرکت میں آ گئے، جب سب کو باندھ لیا گیا تو کمروں کو چیک کیا گیا... لیکن کسی کمرے میں کوئی نہیں تھا...

انسپکٹر جمشید باری باری ان سب کو غور سے دیکھنے لگے، آخر ان کی نظریں بی بی پر جم گئیں۔

"بی بی! رگو کو تم نے ہلاک کیا ہے۔"

"نن نہیں... نہیں... یہ غلط ہے... جھوٹ ہے۔"

"تمہارے پاس بے آواز پستول تھا اور تم رگو کے بالکل سامنے کھڑی تھیں۔"

"نہیں... یہ غلط ہے... جھوٹ ہے... بلکہ سچ یہ ہے... یہ دیکھو... سچ میرے منہ میں ہے... تم قیامت تک اس آدمی کا نام نہیں جان سکو گے... مجھ سے تو کیا معلوم کرو گے... انسپکٹر جمشید... تمہیں شکست سے دوچار کرنے کے لیے میرے پاس بس ایک ہی راستہ ہے... ہاں میں اقرار کرتی ہوں، میں نے ہی رگو کو اس کام پر مقرر کیا تھا اور اصل آدمی نے معاملہ مجھ سے طے کیا تھا... رگو تو میرا غلام تھا... وہ خود کوئی معاملہ طے نہیں کرتا تھا... انسپکٹر جمشید تم ہار گئے... میں جا رہی ہوں... اور یہ لو..."

انسپکٹر جمشید اس کی طرف جھپٹے... لیکن اس سے پہلے اس کے قدموں کے عین نیچے ایک خلا نمودار ہوا اور وہ چشم زدن میں اس کے اندر کود گئی... اور پھر اگلے ہی لمحے وہ خلا بند ہو گیا... عین اسی وقت انہوں نے اوپر کسی کے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔

☆O☆O



# ہرگز نہیں

"محمود، فاروق، فرزانہ دوڑو... اصل آدمی اوپر موجود تھا۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

انہوں نے بے تحاشہ دوڑ لگا دی۔ اوپر آتے ہی انہوں نے باہر جانے کی کی... لیکن گلی میں دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ وہ دوڑ کر سڑک پر پہنچے۔ آس پاس سے گزرنے والے انہیں گھور کر دیکھ رہے تھے... سڑک پر انہیں دور بہت دور ایک کار بلا کی رفتار سے جاتی نظر آئی... اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"اب اگر ہم کار پر اس کے تعاقب میں جائیں تو بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" محمود نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

وہ پیچھے مڑے... ان کے بعد ہی انسپکٹر جمشید بھی آتے نظر آئے۔

"وہ کار میں جا چکا ہے... ہم کار کا رنگ تک نہ دیکھ سکے... نمبر کی بات تو

دور کی ہے، ان حالات میں تعاقب کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"ہاں! یہاں جو ہم کر سکتے تھے، کر چکے، اب مزید رکنے کا کوئی فائدہ نہیں ... اکرام باقی کام خود نبٹا لے گا، آؤ چلیں۔"

وہ افراتفری کے عالم میں کار میں بیٹھے اور روانہ ہو گئے۔

"لل... لیکن جمشید... جانا کہاں ہے۔"

"یہ خان رحمان بتائیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہا، میں بتاؤں گا، لیکن میں کیا بتاؤں، کیسے بتاؤں۔"

"ایک گھرانہ ہے، اس گھرانے کے نو افراد ہیں... بس ہمیں وہاں جانا ہے، تمہارے اس گھرانے سے تعلقات ہیں، لہٰذا تم بتاؤ گے، وہ گھر کہاں ہے۔"

"ارے باپ رے... تم تو میرے دوست سردار قاضی کی بات کر رہے ہو... اس کے علاوہ کوئی ایسا گھرانہ میرا واقف نہیں جس کے افراد کی تعداد نو ہو۔"

"سردار قاضی... یہ نام ہم شاید پہلی بار سن رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے... یوں بھی وہ میرے اتنے گہرے دوست نہیں ہیں۔"

"خیر... تم ہمیں وہاں تک لے جا تو سکتے ہو۔"

"ہاں! کیوں نہیں..." یہ کہتے ہی انہوں نے راستہ تبدیل کر دیا...

اب وہ جیل روڈ پر چلے جا رہے تھے... جلد ہی خان رحمان نے حویلی نما ایک بڑے مکان کے سامنے کار روک دی۔

"یہ ہے قاضی ولا... اس میں نو افراد رہتے ہیں۔"

"تمہیں یقین ہے خان رحمان... کہ اس گھرانے کے علاوہ کوئی اور گھرانہ تمہارا واقف ایسا نہیں جس کے افراد نو ہیں۔"

"نہیں... بالکل نہیں... ان کے بارے میں تو یہ بات مشہور ہے کہ نہ



افراد ہیں، چار بھائی، ایک بہن اور چار ان کی بیویاں۔"

"اور بچے۔"

"ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے... کسی کے بھی نہیں ہوئی..."

"اور بہن... کیا وہ شادی شدہ نہیں ہے۔"

"مجھے اس بارے معلوم نہیں، میرا خیال ہے کہ اس کی شادی ہوئی تھی۔"

"اوہ اچھا..."

پھر خان رحمان نے دروازے پر پہنچ کر گھنٹی کا بٹن دبانے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اندر دل دوز چیخ گونج اٹھی۔

وہ کانپ گئے۔ انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دباؤ ڈال کر دیکھا، وہ اندر سے بند تھا۔

"پھر گھنٹی بجاؤ خان رحمان... نہ جانے اندر کیا ہو رہا ہے۔"

خان رحمان نے بے تابانہ انداز میں گھنٹی بجا دی... اسی وقت اندر دوسری چیخ گونجی... اور دروازہ کھولنے کوئی نہ آیا۔

مارے بے چینی کے ان کا برا حال ہو گیا، خان رحمان نے پھر گھنٹی بجائی لیکن دروازہ کھولنے کوئی نہ آیا۔

"اب... ہمیں دروازہ توڑنا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"لیکن جمشید... یہ دروازہ حویلی کا ہے... ٹوٹے گا تو نہیں، البتہ تمہارا کندھا زخمی ہو جائے گا... ہم دائیں بائیں کے مکان کے ذریعے کیوں نہ جانے کی کوشش کریں۔"

"جلدی کرو... محمود... فاروق، فرزانہ... کسی نہ کسی طرح چھت پر

پہنچ جاؤ اور پھر دروازہ کھول دو۔"

"جی اچھا۔"

تینوں حرکت میں آ گئے۔ محمود اس قاضی ولا کی چھت سے
بولا۔

"یہاں کوئی نہیں ہے... نہ نیچے کوئی ہے... یوں لگتا ہے... مکان بالکل
خالی پڑا ہے، زینہ بھی بند ہے... میں رسی یا سیڑھی کے بغیر نیچے نہیں اتر سکتا۔"

"اوہ... اوہ... اچھا خیر۔" انہوں نے افسوس کے لہجے میں کہا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نے فون کر کے ماتحتوں کو بلا لیا، وہ سیڑھی
سمیت وہاں پہنچ گئے، اب سیڑھی کے ذریعے صحن میں اترا گیا...

انہوں نے دیکھا، پورا گھر خالی پڑا تھا... تمام کمرے بھائیں
بھائیں کر رہے تھے۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا کہنا چاہتے ہو جمشید۔" خان رحمان کے لہجے سے پریشانی ٹپک رہی
تھی۔

"اگر ان سب کو اچانک کہیں جانا پڑا ہے تو صدر دروازے سے جانا چاہیے
تھا... کوئی حادثہ پیش آیا ہو تو انہیں گھر میں ہونا چاہیے تھا... سوال یہ ہے کہ سب لوگ
کہاں ہیں۔"

"تہ خانے میں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"کیا مطلب... یہ تہ خانہ کہاں سے ٹپک پڑا۔"

"ٹپک پڑنے کو کیا چیز نہیں ٹپک سکتی۔" فاروق فوراً بولا۔

"تم تو بس چپ ہی رہو۔" محمود اس پر الٹ پڑا۔



"کیوں... خاص طور پر میں ہی کیوں چپ رہوں۔"

"تابڑ توڑ جو بولتے رہتے ہو۔"

"حد ہو گئی یعنی کہ... اچھا خیر... میں خاموش ہو جاتا ہوں، میرا کیا جاتا
ہے، بلکہ اچھا ہی ہے... نہ میں بولوں گا، نہ تم کوئی اعتراض کر سکو گے... اور اس طرح
سب لوگ مان لیں گے کہ میں بہت کم بولتا ہوں۔"

"یہ تو خیر ہرگز نہیں مانیں گے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"حد ہو گئی انکل! آپ بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"یار چپ رہو... تہ خانے کی بات ہو رہی ہے۔" پروفیسر داؤد جھلا اٹھے۔

"تو کیا انکل... تہ خانے کی بات کرتے ہوئے خاموش ہونا ضروری ہے
... لیکن پھر بات کیسے کریں گے۔"

"توبہ ہے تم سے... فرزانہ تم بتاؤ... یہ تم تہ خانہ کہاں سے لے
آئیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"لائی تو خیر کہیں سے بھی نہیں... بس ذہن نے یہ بات کہی اور میں نے
زبان سے دہرا دی... اگر آپ کو بری لگی ہے تو میں واپس لے لیتی ہوں۔"

"نہیں! اچھی لگی ہے، اس لیے کہ میں نے بھی بالکل یہی سوچا تھا، کہ تم
بول پڑیں۔"

"اس کا مطلب ہے، اب اس مکان میں ایک عدد تہ خانہ تلاش کرنا پڑے
گا... پتا نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، تہ خانے ہی تہ خانے بنوانے لگے ہیں۔" فاروق
بول اٹھا۔

"تم پھر بولے۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"اوہ ہاں! میں تو بھول ہی گیا... کہ مجھے خاموش رہنا ہے... سوری،

اب یاد رکھوں گا۔''

''چلو میں تمہیں تہ خانہ تلاش کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''دعوت بھی دی تو کس چیز کی۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

اور وہ مسکرانے لگے۔ پھر سب کے سب تہ خانے کی تلاش میں جت گئے۔ آخر انہوں نے دروازہ تلاش کر لیا۔ اس کو کھولا گیا۔ انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

''تہ خانے میں کوئی ہے تو آواز دے، ورنہ ہم نیچے گیس چھوڑ دیں گے۔ ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔''

''واہ... پھر تو مزہ آ گیا۔'' نیچے سے کسی نے خوش ہو کر کہا۔

''ارے! گھر کے لوگ تو واقعی اس تہ خانے میں ہیں۔'' محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس کا مطلب ہے... انہیں کوئی خطرہ محسوس ہوا تھا۔'' خان رحمان نے کہا۔

''یہی بات ہے جناب! اللہ آپ کا بھلا کرے۔''

''اس دعا کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو ہم ایسی بے شمار دعائیں آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں، آپ تو ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بن کر آئے ہیں۔''

''بہت سی دعائیں بعد میں دیتے رہیے گا... پہلے آپ لوگ اوپر تو آ جائیں۔''

''ابھی ہمیں یقین نہیں آیا کہ اوپر پولیس ہی ہے۔''



''اچھی بات ہے... ہم دروازہ بند کر کے جا رہے ہیں، جب آپ کو یقین آ جائے تو بتا دیجیے گا...'' فاروق نے ہانک لگائی۔

''بتا دیجیے گا... کیا بتا دیجیے گا۔'' نیچے سے کہا گیا۔

''یہ کہ آپ کو یقین آ گیا ہے... ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔'' فاروق نے فوراً جواب دیا۔

''حد ہو گئی... توبہ ہے تم سے ارے بھئی انہیں اوپر آنے دو... باتیں شروع کر دیں۔'' محمود جل گیا۔

''خیر! ہم اوپر آ رہے ہیں۔''

''کیا آپ کو یقین آ گیا۔'' فاروق بولا۔

''کچھ کچھ...'' نیچے سے آواز آئی۔

''چلیے! ہم کچھ کچھ سے ہی کام چلا لیں گے۔''

اور پھر نو افراد اوپر آ گئے۔ ان میں چار مرد تھے۔ پانچ خواتین تھیں۔

''ارے! یہ تو اپنے خان صاحب ہیں۔'' ایک مرد نے چہک کر کہا۔

''ہاں! ہوں تو یہ میں ہی۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''تب پھر آپ نے ہم سے بات کیوں نہ کی... ہمیں فوراً یقین آ جاتا۔''

''ہمیں آپ لوگوں کو اوپر بلانے کی جلدی نہیں تھی، ہم نے سوچا تھا، آ جائیں گے آہستہ آہستہ... ہمارا کیا جاتا ہے۔'' فاروق تڑ سے بولا۔

''یار تم کچھ دیر کے لیے خاموش نہیں رہ سکتے۔'' انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

''بتا دیں... کتنی دیر کے لیے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

اور انہیں بے ساختہ ہنسی آ گئی... آخر سب لوگ گھر کے صحن

میں آ بیٹھے۔

"اب بتایئے... یہ کیا چکر ہے، آپ اچھا بھلا گھر چھوڑ کر اس کے [illegible]
میں کیا کر رہے تھے۔" خان رحمان نے کہا۔

"آج کل ہم خوف کا شکار ہیں۔" اسی مرد نے کہا۔

"پہلے تو خان رحمان یہ معلوم ہو جائے... تم ان کے دوست کس طرح [illegible]
اور ان کا تعارف بھی ہو جائے۔"

"اچھی بات ہے... ان میں یہ صاحب جنھوں نے ابھی بات کی [illegible]
سردار قاضی ہیں... ہیروں کا کاروبار کرتے ہیں، بس اسی نسبت سے میرا اس گھر [illegible]
سے تعلق ہے اور آنا جانا بھی ہے۔"

"چلیے یہ تو معلوم ہوا... اب ہو جائے تعارف۔"

"سردار قاضی کے ساتھ ان کی بیگم بیٹھی ہیں، شکیلہ قاضی... یہی نام [illegible]
ان کا۔" خان رحمان نے سردار قاضی کی طرف دیکھا۔

"بالکل ٹھیک۔" اس نے فوراً کہا۔

"اور ان کے ساتھ بیٹھے ہیں انوار قاضی... ساتھ میں ہیں، ان کی بیگم
ریحانہ قاضی اور ان کے ساتھ ہیں ابرار قاضی، یہ ہیں ان کی بیگم شبانہ قاضی۔ ان کے
ساتھ موجود ہیں اقرار قاضی... ان کے ساتھ موجود ہیں، سلمٰی قاضی اور آخر میں ان
چاروں حضرات کی بہن تشریف فرما ہیں... ان کا نام ہے، نادرہ قاضی..."

"کیا یہ شادی شدہ ہیں۔"

"ان کی شادی ہوئی تھی... لیکن شوہر سے بنی نہیں، اس لیے طلاق لے لی
... اور اب یہ ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔"

"پھر انہوں نے شادی نہیں کی۔"



"نہیں... اب یہ شادی کرنے پر رضامند نہیں ہیں۔"

"ان کے سابقہ خاوند کا نام... پتا..."

"کیوں... کیا بات ہے..."

"پہلے آپ سوال کا جواب دیں۔"

"ایوب خاور... 309 سرور ٹاؤن... پہلے کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔"

"اور اب... کیا کرتے ہیں۔"

"اب سبزی بیچتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ان کا کاروبار ختم ہو گیا... اچانک بہت زیادہ نقصان ہو گیا... لہٰذا اب
سبزی کی دکان کرتے ہیں، اسی لیے تو نادرہ نے ان سے طلاق لے لی... انہوں کہا
... میں ایسے مفلس اور قلاش انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی... لوگ کیا کہیں گے... اتنے
بڑے گھرانے کی لڑکی اور خاوند سبزی فروش... بس انہوں نے طلاق لے لی۔"

"آپ انہیں کوئی کاروبار کرا دیتے..." پروفیسر بول اٹھے۔

ان سب کو ایک زبردست جھٹکا لگا... یوں جیسے کسی نے ان پر
بم دے مارا ہو... اور پھر ان سب کی نظریں پروفیسر داؤد پر اس طرح جم گئیں جیسے
انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جائیں گے...

پروفیسر داؤد گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انسپکٹر جمشید کی اوٹ
میں جا کھڑے ہوئے... ساتھ ہی مارے خوف کے ان کے منہ سے نکلا۔

"نن... نہیں... نہیں۔"

☆O☆O

# ہاتھ کی تحریر

انہیں بہت حیرت ہوئی، پروفیسر داؤد اس طرح خوف زدہ ہونے والے تو نہیں تھے، وہ بھی ان کی موجودگی میں... آخر انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا ہوا پروفیسر صاحب... خیر تو ہے۔"

"م... مجھے ان سے خوف محسوس ہو رہا ہے، نہ جانے کیوں... میں جمشید، میں نہیں جانتا، ان سے خوف زدہ ہونے والی ایسی کیا بات ہے جو میں خود بھی نہیں سمجھ پا رہا ہوں۔"

"آپ کو وہم ہو گیا ہے، ہم نے تو ان سے کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔"

"ت... تم... تم بھی کرو گے جمشید... تم بھی کرو گے..."

"کب... ہم کب خوف محسوس کریں گے۔" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"یہ آپ نے کیا بات پوچھی... کیا یہاں آ کر ہم سب کے دماغ ہل تو نہیں گئے۔" محمود گھبرا گیا۔

"پتا نہیں کیا ہو رہا ہے... اور کیا نہیں ہو رہا... میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا..."

"پروفیسر انکل! کہاں تو آپ نے ہمیں اپنی بہادری اور پہلوانی کا کمال



دکھایا تھا اور اس وقت ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوئے تھے، کہاں ان لوگوں کو صرف دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے ہیں۔"

"میں اپنے خوف کی وجہ نہیں جانتا، بیان نہیں کر سکتا..."

"اچھا خیر... ہم ان لوگوں سے بات کر لیں، پھر آپ کے خوف کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"ٹھیک ہے جمشید... تمہارا شکریہ... تم بہت اچھے ہو۔"

"اب آپ بتائیں... آپ لوگ کیسے تشریف لائیں ہیں۔"

انسپکٹر جمشید نے گمنام خط نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا اور بولے۔

"پہلے آپ یہ خط پڑھ لیں۔"

"خط... کیسا خط۔"

"آپ پڑھ لیں بس۔"

وہ سب خط پر جھک گئے اور جلدی جلدی اس کو پڑھنے لگے، ساتھ میں ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی جا رہی تھیں۔ آخر خط ختم کر کے انہوں نے ان سب پر نظر ڈالی، پھر سردار قاضی نے کہا۔

"کیا یہ خط ہمارے بارے میں ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"خان رحمان کا اور کوئی ایسا گھرانہ واقف نہیں جس کے افراد کی تعداد نو ہے، اس لیے یہ خط آپ ہی کے گھرانے کے لیے ہے۔"

"لیکن ہمارا کسی ظلم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔"

"آپ لوگ اچھی طرح سوچ لیں، غور کر لیں، کیونکہ اس نے قتل کی ڈھان لی ہے۔"

"تب پھر وہ نادرہ کے سابقہ شوہر ایوب خاور کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا... اس کا خیال ہے... ہم نے اس پر ظلم کیا ہے، لیکن نادرہ اسے کسی صورت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھی، اس لیے ہم نے اسے طلاق دلوادی... اب آپ ہی بتائیں... کیا یہ ظلم ہے... اور ایسا ظلم کہ وہ نو آدمیوں کو قتل کر دینے پر تل جائے۔" انوار قاضی نے جل بھن کر کہا۔

"ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے... ہم تو پہلے تیل دیکھیں گے، تیل کی دھار دیکھیں گے، پھر کوئی خیال ظاہر کریں گے..."

"آپ کی مرضی... لیکن ہم نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا... میرا مطلب ہے، اگر ایوب خاور کے ساتھ سلوک کو ظلم خیال نہ کیا جائے... اور اگر اس سلوک کو ظلم خیال کیا جائے تو ہم نے ضرور اس پر ظلم کیا ہے..."

"ہم اس سے ملیں گے... آپ لوگوں کو اس نے تین دن کی مہلت دی ہے، تیسرے دن اگر آپ لوگوں کی طرف سے ظلم کے اقرار کا اعلان شائع نہ ہوا تو وہ اپنی کارروائی شروع کر دے گا۔"

"اور پولیس کیا کرے گی۔" ابرار قاضی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"پولیس اپنا فرض نبھائے گی... وہ پوری کوشش کرے گی کہ قاتل آپ تک نہ پہنچ سکے... لیکن پولیس کوئی گارنٹی نہیں دے سکتی... کیونکہ ہمیں نہیں معلوم، وہ کس دن سے وار کرے گا... اس کے ذہن میں کیا منصوبہ ہے... پہلا وار ہونے کے بعد ہمیں کوئی اندازہ ہوگا... لیکن اس وقت تک اگر آپ میں سے ایک کم ہو گیا؟" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"نن نہیں..." وہ سب کے سب مارے خوف کے چلائے۔

"اسی لیے میں کہہ رہا ہوں... آپ غور کر لیں، اگر کسی پر ظلم کیا ہے تو اس کا



اقرار کر لیں اور اسے اس کا حق دے دیں... ورنہ وہ میدان میں اتر کر رہے گا، یہ بعد کی بات ہے کہ ہم اسے روک پاتے ہیں یا نہیں۔" انہوں نے روانی کے عالم میں کہا۔

"ہم نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا۔"

"آپ خوب سوچ لیں... ذہن دوڑائیں... بعض اوقات ظلم ایسے بھی ہو جاتے کہ انسان اس کو محسوس نہیں کر سکتا، لیکن جس پر ہوتا ہے، وہ اس کو خوب محسوس کرتا ہے..."

"تب پھر اسے چاہیے تھا نا... وہ خود ظلم کی نشان دہی کرتا۔"

"ہم نہیں جانتے، وہ کون ہے... ورنہ اس تک اس آپ کا پیغام ضرور پہنچاتے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اب آپ ہی بتائیں... ہم کیا کریں۔"

"ہم پہلے ایوب خاور سے مل آتے ہیں... پھر آپ کے پاس دوبار آئیں گے۔ تین دن تک تو فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"لیکن ہمارا تو مارے فکر کے برا حال ہونا شروع ہو چکا ہے۔"

"اوہ ہاں! یہ تو قدرتی بات ہے... خیر... ہم بھی تو اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔"

اور پھر وہ ایوب خاور کا پتا لے کر وہاں سے نکل آئے۔ ایوب خاور ایک چھوٹے سے مکان میں رہتا تھا... اس کی حالت واقعی بہت خستہ تھی، یوں وہ ایک خوب صورت نوجوان تھا، اس نے ان پر حیرت بھری نظر ڈالتے ہوئے پوچھا:

"جی فرمائیے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"سنا ہے، آپ قاضی گھرانے کے عزیز ہیں۔"

"کبھی تھا... اب نہیں۔" اس نے سرد آہ بھری۔

''یہ شادی کیوں ناکام ہوئی۔''

''نادرہ نے میری ساری دولت اپنے رشتے داروں پر خرچ کر دی... پہلے میرا اچھا بھلا کاروبار تھا، لیکن شادی کے بعد کاروبار کی ترقی رک گئی۔ اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہوگیا، اس کی فرمائشیں ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں... اور مجھے بھی ہوش اس وقت آیا جب کاروبار چلانے کے قابل نہ رہ گیا۔ کاروبار سے اگر پیسے نکل جائیں تو وہ نہیں چلتا، کیونکہ مال خریدنا ہوتا ہے، دوسروں کو پیسے دینا ہوتے ہیں، بہر حال میرا سارا کاروبار تباہ ہوگیا، لیکن اس کی فرمائشیں پھر بھی ختم نہ ہوئیں... ان حالات میں بھی میں نے اسے طلاق دینے کی کوشش نہیں کی، طلاق کا مطالبہ بھی انھی کی طرف سے کیا گیا، میں تو پہلے ہی تنگ آچکا تھا... کیا کرتا، بس طلاق دے دی... اپنی کوٹھی فروخت کر کے مہر ادا کر دیا... اور جو تھوڑے بہت پیسے بچے ان سے یہ دکان اور یہ چھوٹا سا مکان خرید لیا...'' یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگیا۔

''ہوں... ہم آپ کو ایک خط دکھاتے ہیں۔''

یہ کہ کر انہوں نے خط اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ پڑھتا چلا گیا... خط ختم کر کے اس نے ان کے سامنے رکھ دیا۔

''تو کیا آپ کا تعلق... پولیس سے ہے۔''

''مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔''

''اوہو اچھا۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''آپ اس خط کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔''

''کیا آپ کا خیال ہے... یہ خط میں نے لکھا ہے۔''

''آپ ہمارے خیال کی بات چھوڑیں... اپنے خیال کی بات کریں۔''



''میں ان لوگوں کا ستایا ہوا ضرور ہوں، لیکن میں ایسا کوئی ذہن نہیں رکھتا، نہ مجھ میں ایسا کرنے کی ہمت ہے... نہ میں جرم کی دنیا کا آدمی ہوں... اور پھر خط لکھنے والا تو خود ان کے منہ سے اگلوانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے جرم کا اقرار کریں اور یہ بھی اعلان کریں کہ انہوں نے کیا ظلم کیا تھا، جب کہ میں نے آپ کو خود ساری بات بتا دی ہے... نہیں جناب! خط لکھنے والا میں نہیں ہو سکتا۔''

''پھر آپ کے خیال میں کون ہو سکتا ہے۔''

''بھلا! یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں۔''

''نادرہ صاحبہ آخر آپ کی بیوی رہی ہیں... جتنی زندگی آپ لوگوں نے ساتھ گزاری... اس دوران کبھی اس قسم کے کسی ظلم کا ذکر آیا۔''

''قطعاً نہیں۔''

''آپ نے نادرہ سے شادی کب کی تھی۔''

''آج سے دس سال پہلے۔''

''اس وقت ان لوگوں کی مالی حالت کیسی تھی۔''

''جیسی عام لوگوں کی ہوتی ہے ویسی ہی... آپ اگر ان کے معاملے کی تہ تک جانا چاہتے ہیں تو آپ کو ان کے گاؤں جانا ہوگا۔''

''بہت خوب! اور ان کا گاؤں کون سا ہے۔''

''سون پور... یہاں سے 60 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، مشرقی سڑک پر سفر کرنا پڑے گا آپ کو۔''

''بہت بہت شکریہ! آپ کی یہ اطلاع ہمارے لیے ضرور مفید ثابت ہوگی، آپ ذرا اپنے ہاتھ کی تحریر ہمیں دے دیں۔''

''ہاتھ کی تحریر... کیا مطلب؟''

"اپنے ہاتھ سے چند جملے لکھ دیں۔"

"اوہ اچھا! میں سمجھ گیا... آپ اس خط کی تحریر سے ملا کر دیکھیں گے، یہی بات ہے نا۔"

"یہی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو آپ کا شک ابھی دور نہیں ہوا۔"

"ہم جب تک کسی کیس سے بالکل فارغ نہیں ہو جاتے، اس وقت تک ہر کسی پر شک کرتے ہیں... تاہم آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، اگر یہ خط آپ نے نہیں لکھا تو ہماری وجہ سے آپ کو کوئی الجھن پیش نہیں آئے گی اور اگر آپ ہی نے لکھا ہے، تب آپ پریشانی سے بچ نہیں سکتے۔"

"پکی بات ہے؟" اس نے مسکرا کر پوچھا:

"ہاں... سو فیصد پکی ہے۔" انہوں نے بھی خوش دلی سے کہا، اس نے تحریر لکھ دی۔

اور پھر وہ اس سے رخصت ہو کر سون پور گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں انہوں نے خط کی تحریر کو ایوب خاور کی تحریر سے ملا کر دیکھا... انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا...

دونوں تحریریں بالکل ایک جیسی تھیں۔

○☆○☆ ..



# خاص بات

"ارے باپ رے... خان رحمان... کار واپس موڑ لو... دونوں تحریروں میں بال برابر بھی فرق نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" خان رحمان بھی حیران رہ گئے۔

"واقعی یہ عجیب ترین بات ہے۔"

"تو یار تم نے وہیں تحریر ملا کر کیوں نہ دیکھ لی۔"

"دراصل! ہمارا خیال یہی ہو چلا تھا کہ اس شخص کا اس خط سے کوئی تعلق نہیں۔"

"اور اب کیا خیال ہو چلا ہے۔" خان رحمان ہنسے۔

"یہ کہ ایوب خاور مجرم ہو سکتا ہے۔"

وہ واپس پلٹے... ایک بار پھر انہوں نے ایوب خاور کے دروازے پر دستک دی... اس نے دروازہ کھولا اور انہیں دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"آپ لوگ اتنی جلدی پھر آ گئے۔"

"ہاں! چلیے اندر... آپ تو چھپے رستم نکلے۔" فاروق بولا۔

"میں اس جملے کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"آجائے گا سمجھ میں... جملے کا مطلب۔" محمود نے طنزیہ کہا۔

"خیر تو ہے، آپ کا لہجہ بدلا بدلا ہے۔"

"ہاں! اس لیے کہ بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔" فاروق ہنسا۔

"حد ہو گئی... آپ کو ہو کیا گیا ہے۔"

"اندر بیٹھ کر بتائیں گے۔"

اور پھر وہ اندر چلے آئے... انہوں نے خط کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"اس خط کی تحریر دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں... کچھ دیر پہلے ہی تو پڑھ چکا ہوں۔"

"تب پھر آپ اس خط کی تحریر کو دیکھ کر چونکے کیوں نہیں تھے، ڈرے کیوں نہیں تھے؟"

"چونکنے اور ڈرنے کی اس میں بھلا کیا بات ہے۔"

انہوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، گویا اسے خبر ہی نہیں تھی کہ ان کا اشارہ کس طرف ہے۔ آخر انہوں نے اس کی اپنی تحریر خط کے ساتھ رکھ دی۔

"اب ان دونوں کو دیکھیے۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"کک... کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلا۔

"ہاں! اب بات بنی... یہ دونوں تحریریں بالکل ایک جیسی ہیں۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں، یہ خط میں نے لکھا ہے۔"



"ابھی ہم کچھ نہیں کہیں گے، کیونکہ تحریر کے ماہر نے ان دونوں کو چیک نہیں کیا... اگر تحریر کے ماہر نے کہہ دیا یہ خط اس شخص نے لکھا ہے، جس نے یہ تحریر لکھی ہے، اس وقت آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"لیکن ایسا کرنا غلط ہو گا۔" وہ پرسکون انداز میں مسکرایا۔

"کیوں؟" فاروق نے فوراً کہا۔

"اس لیے کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا۔"

"تب پھر آپ کی تحریر اس خط کی تحریر سے کیوں ملتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا..." اس نے فوراً کہا۔

"محمود تحریر کے ماہر کو فون کرو... کہنا ذرا جلدی آنے کی کوشش کرے، ہمیں ابھی گاؤں بھی جانا ہے۔"

جلدی ہی وہاں تحریر کا ماہر پہنچ گیا۔ دونوں تحریریں اس کے سامنے رکھ دی گئیں۔ وہ ان کو غور سے دیکھتا رہا... عدسے کی مدد سے بھی جائزہ لیتا رہا، آخر اس نے سر اٹھایا۔

"ان دونوں کو دفتر لے جانا ہو گا... بہت باریک معاملہ ہے۔"

"باریک معاملہ... کیا مطلب؟" ایوب خاور چونکا۔

"ٹھیک ہے، آپ لے جائیں، میں فون پر معلوم کر لوں گا، شکریہ۔"

اس نے اپنا سامان سمیٹا اور باہر نکل گیا۔

"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے... کہیں یہ میرے خلاف کوئی سازش تو نہیں ہے۔" اس نے کانپ کر کہا۔

"اس بات کا امکان ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب... کس بات کا امکان ہے۔"

"یہ کہ آپ کے خلاف کوئی گہری سازش کی گئی ہے۔"

"اب اگر آپ کے ماہر نے کہہ دیا کہ خط میرے ہاتھ کا ہے تو میرا کیا بنے گا۔"

"ہماری تفتیش ختم نہیں ہو جائے گی، ہم کیس کا ایک پہلو سے جائزہ نہیں لیتے بلکہ ہر پہلو سے لیتے ہیں، بلاوجہ آپ کو مجرم نہیں گردانا جائے گا... آپ نے اگر جرم نہیں کیا تو میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں، آپ کا بال بیکا نہیں ہوگا، لیکن اگر یہ منصوبہ خود آپ کا ہے تو آپ لاکھ چالاک ہوں... آپ کا جرم چھپا نہیں رہے گا۔"

"اچھی بات ہے... میں صبر کروں گا اور انتظار کروں گا۔"

"اس کے ساتھ ہی میں آپ کو خبردار کیے دیتا ہوں، آپ گھر سے کہیں ادھر ادھر جانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"کیا مطلب... کیا مجھے اب گھر کے اندر قید ہو کر رہنا ہوگا۔"

"میرا مطلب تھا... شہر سے باہر نہیں جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے، مجھے شہر سے باہر جانے کی ضرورت بھی نہیں... آپ فکر نہ کریں۔"

اور پھر وہ باہر نکل آئے۔ انہوں نے اکرام کو فون پر ہدایات دی۔

"اکرام... ایوب خاور نامی شخص کی نگرانی پر ایک آدمی مقرر کر دو، اگر وہ شہر سے باہر جانے کی کوشش کرے تو اسے گرفتار کر لیا جائے... پتا نوٹ کر لو۔"

پتا لکھوا کر وہ گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے... جلد ہی ان کے موبائل کی گھنٹی بجی... دوسری طرف تحریر کا ماہر تھا، وہ کہہ رہا تھا۔

"ایوب خاور کی تحریر کی نقل کی گئی ہے... اور بہت خوب صورتی سے کی گئی



ہے... عام آدمی ایسا نہیں کر سکتا، اس کے لیے کسی ماہر ترین شخص کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔"

"اور ایسا ماہر ترین شخص کون ہو سکتا ہے بھلا۔"

"دنیا میں ایک سے ایک ماہر موجود ہیں سر..."

"ملکی ماہرین میں سے کسی آدمی کا نام بتا دیں... جس میں دولت کا لالچ پایا جاتا ہو... ظاہر ہے، یہ کام اس نے لالچ میں آ کر کیا ہے اور بڑی رقم وصول کی ہوگی۔"

"میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے... اب ہمیں مجرم تک دوسرے راستے سے ہی پہنچنا ہوگا۔"

پھر وہ گاؤں سون پور کی طرف روانہ ہو گئے... جس وقت وہ گاؤں میں داخل ہوئے... سورج غروب ہونے والا تھا... انہیں قاضی گھرانے تک جانے میں دیر نہ لگی... لیکن اس حویلی پر تو ایک بڑا سا تالا لگا ہوا تھا۔

انہوں نے دائیں بائیں اور آس پاس کے لوگوں کو جمع کر لیا... انہیں اپنے بارے میں بتایا... پھر ان سے سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔

"آپ لوگ قاضی گھرانے کے بارے میں کیا جانتے ہیں، کیا کچھ بتا سکتے ہیں۔"

"پہلے تو یہ بتائیں... آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔" ایک بہت بوڑھے آدمی نے پوچھا:

"کیا یہ لوگ ظالم قسم کے تھے۔"

"اس میں شک نہیں... بہت زیادہ ظالم تھے... دوسروں پر رحم کرنا تو انہیں آتا ہی نہیں تھا۔"

"کیا اس گاؤں میں ان کی زمین تھی۔"

"ہاں! بہت بڑا رقبہ تھا ان کا۔ جو مزارع ان کے پاس کام کرتے تھے، وہ ان پر بھی بہت ظلم کرتے تھے۔ آخر ان کے ظلم سے تنگ آکر لوگوں نے ان کے کام کرنا چھوڑ دیے... اس طرح وہ سارا رقبہ فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے اور یہاں سے شہر چلے گئے۔"

"یہ تو ہو گئے عام ظلم... کیا انہوں نے کسی پر کوئی خاص ظلم بھی کیا تھا۔"

"خاص ظلم... اس بارے میں یہاں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔"

"ہم نے سنا ہے، ان لوگوں نے کسی پر کوئی خاص ظلم کیا تھا... آپ ذرا ذہن پر زور ڈالیں۔" انسپکٹر جمشید نے درخواست کی۔

وہ سوچ میں گم ہو گیا، پھر سر اٹھا کر بولا۔

"مجھے اور کوئی بات یاد نہیں آتی۔"

"اچھی بات ہے... کوئی ایسا آدمی بتا دیں جو ہمیں ان کے بارے میں کچھ بتا سکے۔"

"میں عمر میں سب سے بڑا ہوں، اس گاؤں میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔" وہ بولا۔

"اچھی بات ہے... آؤ بھئی چلیں... آپ لوگوں کا شکریہ!"

وہ واپس شہر پہنچے... سب سے پہلے انسپکٹر جمشید نے اکرام سے رپورٹ لی... اس نے کہا۔

"ایوب خاور اپنی دکان سے گھر اور گھر سے دکان کے علاوہ کہیں نہیں گیا۔"

"ہوں اچھا۔" یہ کہ انہوں نے قاضی ولا کو فون کیا تاکہ ادھر کی رپورٹ



موصول ہو سکے۔ ادھر سے سردار قاضی کی آواز سنائی دی... ان کی آواز سنتے ہی اس نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

"آپ... آپ فوراً یہاں آجائیں... ایک بہت ہی خاص بات ہوئی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔

☆○☆○

# گمنام فون

انہوں نے باقی ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

''کیا بات ہے، خیر تو ہے ابا جان۔'' محمود چونکا۔

''سردار قاضی نے میری آواز سنتے ہی گھبراہٹ کے عالم میں کہا ہے، فوراً یہاں آئیں، ایک خاص بات سامنے آئی ہے۔''

''اور وہ کیا۔'' فاروق نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''یہ انہوں نے ابھی نہیں بتایا۔''

''چلیے پھر... یوں بھی اب ہمیں وہیں جانا ہے۔'' فاروق نے سرد آہ بھری۔

باقی لوگ مسکرائے... آخر وہ قاضی ولا پہنچ گئے... سردار قاضی اور دوسرے بے تابانہ انداز میں آگے بڑھے۔

''ہاں! اب بتائیں... کیا بات ہے۔''

''کوئی نامعلوم آدمی ہمیں نقصان پہنچانے کی تیاریاں مکمل کر چکا ہے... اور ہم اس کی تیاریوں کا کوئی توڑ نہیں کر سکتے... افسوس۔''

''کیا مطلب... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''



''آپ بھی ہمیں بچانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔'' نادرہ قاضی نے کانپتی آواز میں کہا۔

''اوہو... آخر کیسے... آپ کو کیا بات معلوم ہوئی ہے۔''

''فون... گمنام فون۔'' ابرار قاضی نے جلدی سے کہا۔

''گمنام فون... مطلب یہ کہ آپ کو کوئی گمنام فون ملا ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے... اور فون پر اس نامعلوم آدمی نے کیا کہا ہے...''

''یہ کہ تم سب کی موت کی تیاری مکمل ہو چکی ہے، دنیا کی کوئی طاقت اب تمہیں موت سے نہیں بچا سکتی اور یہ کہ موت بھی باری باری واقع ہوگی، سب سے پہلے سردار قاضی کی باری ہے، دوسری کس کی ہے، یہ سردار قاضی کی موت کے بعد بتاؤں گا... اب بھی وقت ہے... اپنے ظلم کا اقرار کر لو، بس اس نے اتنا کہنے کے بعد فون بند کر دیا۔

''اس کی آواز آپ کو جانی پہچانی تو معلوم نہیں ہوئی۔''

''نہیں... بالکل اجنبی سی آواز تھی۔''

''خیر ہم دیکھ لیتے ہیں، آپ کے قاضی ولا میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔''

''لیکن آپ پہلے ہماری حفاظت کے لیے کچھ کریں۔'' سردار قاضی نے کہا۔

''ابھی اس کے تین دن پورے نہیں ہوئے... تین دن پورے ہونے سے پہلے وہ آپ لوگوں پر حملہ نہیں کرے گا، میری آپ سب سے درخواست یہ ہے کہ آپ اپنے اس ظلم کا اقرار کر لیں... اس کا اعلان میرے ذریعے سے کرا دیں، اس صورت میں وہ آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔''

''لیکن انسپکٹر! ہم نے کوئی ایسا ظلم کیا ہو، تب نا۔''

"دیکھیے... بلاوجہ تو پھر وہ بھی یہ کام نہیں کر سکتا... اچھا یہ بتائیں، آپ لوگوں کے پاس دولت کتنی ہے۔"

"دولت... دولت بے تحاشہ ہے... بے حساب ہے۔"

"اور... یہ ساری دولت آپ سب کی ہے یا آپ میں سے ہر ایک کے پاس اپنی اپنی الگ الگ دولت موجود ہے۔"

"جب ہمارے والد فوت ہوئے تھے تو اس سے پہلے انہوں نے صرف یہ وصیت کی تھی کہ ایک جگہ رہنا... دولت کی تقسیم نہ کرنا، ورنہ یہ بہت جلد ختم ہو جائے گی ،ایک جگہ رکھ کر اپنا کاروبار کرتے رہنا... اس طرح یہ دولت بڑھتی چلی جائے گی، سو اس طرح ہم آج تک ایک ساتھ ہیں اور ہمارے پاس بے تحاشہ دولت ہے۔"

"کیا آپ میں سے کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے... جو یہ چاہے کہ ساری دولت بس اسے مل جائے۔"

"کک کیا... مطلب؟" سردار بہت زور سے اچھلا۔

"کیا آپ لوگوں میں سے کوئی ایک یہ ساری دولت حاصل کرنے کے لیے یہ چکر نہیں چلا سکتا۔"

"اوہ اچھا... اب بات سمجھ میں آئی... تو آپ اس رخ سے سوچ رہے ہیں۔" سردار قاضی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! ہمیں تو دراصل ہر رخ سے سوچنا پڑتا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن آپ کا اس رخ سے ہمارے بارے میں سوچنا درست نہیں۔" ابرار قاضی نے کہا۔

"کیوں درست نہیں، اس کی وضاحت کریں نا۔" محمود نے برا سامنہ بنایا۔

"ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔" انوار نے کہا۔

"دلوں کا حال اللہ جانتے ہیں... خیر یہ ہم بعد میں دیکھیں گے... پہلے آپ بتائیں... آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے آپ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی پوری تیاری کر لی ہے۔"

"اس نے فون پر یہی کہا ہے۔" سردار قاضی بولے۔

"اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے... آپ کو اس کی کوئی عملی کوشش نظر آئی ہو تو بات کریں۔"

"اسی لیے تو آپ کو بلایا ہے۔"

"کیا مطلب...؟" وہ چونکے۔

"اس کی کوشش عملی طور پر شروع ہے۔"

"جلدی وضاحت کریں۔" وہ بے چین ہو گئے۔

"ہماری کوٹھی کے ہر کمرے میں بم نصب کر دیے گئے ہیں، لیکن وہ بم کہاں ہیں، اس کا دعویٰ ہے... پروفیسر داؤد بھی یہ بات معلوم نہیں کر سکتے۔"

"کک... کیا کہا... کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد چلائے۔

باقی لوگ مسکرا دیے۔

"اس نے فون پر یہی کہا ہے۔"

"کیا... کیا کہا ہے۔" پروفیسر داؤد پھر چلائے۔

"یہ کہ اس کوٹھی کے ہر کمرے میں ایک بم چھپا دیا گیا ہے... اور جب وہ چاہے گا، کسی ایک کمرے کا بم پھٹ جائے گا... اس طرح ہم میں سے ایک دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔"

"وہ آپ لوگوں کو خوف میں مبتلا کر رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس نے کہا ہے... پروفیسر اپنے آلات سے جائزہ لے کر میری بات کی تصدیق کر دیں گے۔"

"اوہ... نن نہیں۔"

پھر وہاں سناٹا چھا گیا... ان کے دماغ بھائیں بھائیں کرنے لگے۔ آخر پروفیسر داؤد بولے۔

"پہلے تو میں اس کی بات کی تصدیق کرلوں۔"

"لیکن انکل... جب آلات کے ذریعے آپ یہ جان لیں گے کہ بم واقعی نصب کیے گئے ہیں تو بھلا آپ ان کو تلاش کیوں نہیں کر سکیں گے۔"

"میں... ضرور تلاش کروں گا... تم بے فکر رہو۔"

"چلو ٹھیک ہے، آپ تلاش کر لیں گے... لیکن اس سے یہ بات کب ثابت ہو جائے گی کہ اس نے بموں والی کوشش کے علاوہ کوئی اور کوشش نہیں کی اور یہی چیز وہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔"

"آپ... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"وہ آپ لوگوں کو پوری طرح خوف زدہ کرنا چاہتا ہے... ذرا غور کریں... آخر آپ کی کوٹھی کے ہر کمرے میں وہ بم نصب کرنے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔"

"شادی بیاہ کے موقعوں پر ہمارا سارا گھرانہ چلا جاتا ہے... اس وقت یہاں کون رہ جاتا ہے، مطلب یہ کہ گھر ایسے میں بالکل خالی ہوتا ہے... اور بم وغیرہ آسانی سے نصب کیے جا سکتے ہیں۔"

"کیوں... کیا آپ کے گھر میں داخل ہونا اتنا ہی آسان ہے۔"

"آسان نہ سہی... لیکن جرائم پیشہ لوگوں کے لیے مشکل بھی نہیں



ہوتا... ان کے پاس ایسے طریقے ہوتے ہیں، پھر وہ تالا کھولنے کے ماہر ہوتے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں، پروفیسر صاحب... پہلے تو ذرا اپنے آلات کے ذریعے ان کے کمروں کا جائزہ لے لیں۔"

پروفیسر داؤد نے اپنا کام شروع کر دیا۔ جلد ہی ان کے چہرے کا رنگ بدلتا نظر آیا۔ آخر انہوں نے کہا۔

"اللہ کی پناہ! یہاں تو واقعی بم موجود ہیں۔"

"لیکن کہاں... کہاں ہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"میں نے ابھی صرف ایک کمرہ چیک کیا ہے، اس کمرے میں بم کی موجودگی آلات ثابت کر رہے ہیں، لیکن آلات کسی سمت اشارہ نہیں کر رہے۔" انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"میں نہیں جانتا، بم کہاں ہے۔"

"اور کیا یہ بات عجیب نہیں۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"ہاں بہت عجیب ہے... اور مجھے تجربہ گاہ سے کچھ اور آلات لانا ہوں گے۔"

"چلیے خیر... وہ تو ہم لے آئیں گے... لیکن یہاں سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی نے چوری چھپے اندر داخل ہو کر تمام کمروں میں بم کس طرح رکھ دیے.. وہ بھی اس طرح کہ آلات بتا نہیں رہے کہ بم کہاں ہیں۔"

"اس بات پر غور کرنا تمہارا کام ہے۔"

یہ کہ کر پروفیسر داؤد نے باہر کا رخ کیا، ساتھ میں انہوں نے خان رحمان کو اشارہ کیا...

''خان رحمان تم میرے ساتھ چلو... میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔''

''اللہ اپنا رحم کرے... پہلے بھی آپ نے خوف محسوس کیا تھا۔''

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔''

اور پھر وہ دونوں چلے گئے۔

''اب تم کیا کہتے ہو؟'' انسپکٹر جمشید ان تینوں کی طرف مڑے۔

''کچھ آپ ہی بتائیں، ہم کیا کہیں... ویسے ہم خود کو کچھ کہنے کے قابل محسوس نہیں کر رہے۔''

''یہ کوئی اچھی بات نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''اس میں شک نہیں۔'' فاروق بول اٹھا۔

''کس میں شک نہیں۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''اس میں کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''حد ہوگئی... توبہ ہے تم سے...'' محمود تلملا اٹھا۔

''تم بتاؤ... بم اس قدر آسانی سے کیسے چھپا دیے گے، کوئی اس گھر میں بم لے کر کیسے آیا...''

''ہمیں ان حضرات سے چند سوالات کرنے کی اجازت دی جائے۔'' محمود نے کہا۔

''اجازت ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کسی جج کے انداز میں کہا۔

وہ مسکرا دیے۔ پھر فرزانہ سردار قاضی کی طرف مڑی۔

''آج کل میں... یا ایک آدھ ہفتے کے دوران آپ لوگ سب کے سب کسی شادی میں تو نہیں گئے تھے؟''

''جی بالکل گئے تھے... بالکل اوپر تلے کئی شادیاں تھیں... لہٰذا کئی دن تک جانا پڑا تھا۔''

''اور کیا آپ گھر کو تالا لگا کر جاتے رہے ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے، ہم گھر میں ملازم رکھنے کے عادی نہیں۔''

''کیوں... آپ لوگ اتنے مال دار ہیں اور ملازم رکھتے نہیں، اس کی کوئی وجہ تو ہوگی۔''

''آج کل ملازموں پر اعتبار کرنا بہت مشکل ہے... ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔''

''ہوں... اچھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن دنوں آپ لوگ شادیوں میں جاتے رہے ہیں، یہ بم چھپانے والا کام انہی دنوں کیا گیا ہے۔''

''اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے بھلا۔''

''شادی میں شرکت کے دوران کسی روز آپ لوگوں میں سے کوئی شادی کا پروگرام چھوڑ کر گھر واپس تو نہیں آیا تھا۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا:

''جی... جی نہیں... ایسا تو کسی روز نہیں ہوا۔''

''اوہو... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔''

انہوں نے فرزانہ کی حیرت زدہ آواز سنی۔

☆O☆O

# ایک اور

انہوں نے دیکھا، صوفے کے نیچے ایک لفافہ پڑا تھا۔ اس کا صرف ایک کونہ نظر آ رہا تھا۔ فرزانہ نے تیزی سے جھک کر لفافہ اٹھا لیا۔ اس میں کوئی خط تھا۔ اس نے بے چینی کے عالم میں خط نکال لیا... دوسرے ہی لمحے وہ زور اچھلی اور بول اٹھی۔

''ارے باپ رے... یہ تحریر بھی بالکل ایوب خاور کی ہے۔''

''ایوب خاور... اوہ... اوہ... اسے تو اچھی طرح معلوم رہا ہوگا کہ آپ لوگوں کی شادی کس کس دن اور کہاں کہاں ہے۔'' محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

''اوہ ہاں... کیوں نہیں، آخر وہ ہمارا رشتے دار رہا ہے... ہمارے تمام رشتے داروں کا اسے پتا ہے... اور پھر ان شادیوں میں اسے بھی بلایا گیا تھا، اگرچہ اس نے کسی ایک میں بھی شرکت نہیں کی۔''

''اور اس خط میں کیا لکھا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے تیزی سے کہا۔

فرزانہ خط پڑھنے لگی، لکھا تھا:

''تم لوگوں نے میرے ساتھ جو زیادتی کی ہے، میں اس کو بھلاؤں گا نہیں، جب بھی موقع ملا، تم سے انتقام لوں گا، اس بات کو لکھ لیں...

ایوب خاور۔''

''لیجیے! مسئلہ حل ہو گیا... اس نے تو یہاں اپنا نام بھی نہیں چھپایا۔''

''لیکن پہلی تحریر کے بارے میں ماہر کی رپورٹ یہ ہے کہ وہ اس کی نہیں ہے، البتہ کسی نے اس کی تحریر کی نقل کرنے کی زبردست کوشش کی ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے... ہو سکتا ہے، یہ خط بھی اس نامعلوم شخص نے لکھا ہو... تاکہ اس کی بجائے ایوب خاور پھنسے۔''

''ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''ایوب خاور تو پھر اس طرح گرفت میں نہیں آ سکا... کیا یہ مجرم کا بالکل ناقص منصوبہ نہیں ہے۔''

''ابھی کیا کہا جا سکتا ہے، مجرم کا منصوبہ ہے کیا، ہم نہیں جانتے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیکن!'' فرزانہ پرزور انداز میں بولی۔

''لیکن کیا... یہ لیکن اس وقت اچانک کہاں سے ٹپک پڑا۔''

''مجرم اگر ایوب خاور ہے اور یہ سارا چکر اس کا چلایا ہوا ہے، تب اس صورت میں وہ خود اپنی تحریر میں بھی کوئی فرق ڈال سکتا ہے۔'' فرزانہ نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

''کک... کیا مطلب!'' تینوں ایک ساتھ بولے۔

''جی ہاں! تاکہ تفتیش کرنے والے اس نتیجے پر پہنچیں کہ کسی نے اس کی تحریر کی نقل کی ہے۔''

''اوہ ہاں... آؤ چلیں... یہ بہت اہم نکتہ ہے۔''

وہ اسی وقت ایوب خاور کے گھر پہنچے۔ دکان تو اس وقت بند تھی۔ اس نے الجھن کے عالم میں انہیں دیکھا۔

"کیا اب کوئی اور بات سامنے آگئی ہے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔" فاروق مسکرایا۔

انسپکٹر جمشید نے وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا... خط پڑھتے ہی وہ بری طرح اچھلا، اس کا رنگ اڑتا نظر آیا، پھر اس نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

"یہ خط میں نے نہیں لکھا... سنا آپ نے۔"

"سنا ہم نے۔" محمود پر سکون انداز میں بولا۔

"یہ میرے خلاف جال ہے، سازش ہے... وہ مجھے بری طرح پھانس لینا چاہتے ہیں۔"

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے سیٹ کان سے لگالیا۔ دوسری طرف پروفیسر داؤد تھے، وہ کہہ رہے تھے۔

"جمشید! ایک حیرت انگیز بات سامنے آئی ہے..."

"اور وہ کیا۔"

"تجربہ گاہ سے مجھے جو آلات لانا تھے، وہ یہاں نہیں ہیں... اور مجھے اپنے ایک اسسٹنٹ پر زبردست شک ہے۔"

"یہ آپ نے نئی سنائی... خیر ہم ابھی آرہے ہیں... آپ پریشان نہ ہوں۔" انہوں نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"یہ کیا... تم خود فکر مند ہو گئے ہو اور مجھ سے کہہ رہے ہو، پریشان نہ ہوں۔"

"پریشان ہو کر آپ کیا فائدہ اٹھا لیں گے بھلا۔" وہ ہنسے۔

"وہی... جو تم فکر مند ہو کر اٹھا لو گے۔" جواب میں وہ بھی ہنس دیے اور فون بند کر دیا۔

اب وہ پھر ایوب خاور کی طرف مڑے۔



"معاملہ بہت خطرناک ہو چلا ہے... اس سازش کے سائے ہمارے پروفیسر داؤد صاحب کی تجربہ گاہ تک جا پہنچے ہیں، مسٹر ایوب خاور آپ اس کیس میں گلے تک الجھ چکے ہیں... ہم یہ خط ایک بار پھر اپنے ماہرین سے چیک کراتے ہیں، کیونکہ اب ایک نئے خیال نے ذہن میں سر ابھارا ہے۔"

"اور وہ کیا؟" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"اپنے آپ پر سے شک دور کرنے کے لیے آپ نے خود اپنی تحریر کو کسی کسی جگہ سے بدل کر لکھ دیا ہے... تاکہ یہ خیال کر لیا جائے... یہ خط کسی اور نے لکھے ہیں اور آپ کی تحریر کی نقل کرنے کی پوری کوشش کی ہے..."

"نن نہیں... ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"خیر... آپ آرام کریں... ہم آپ کا یہ خط تحریر کے ماہرین کو دے رہے ہیں۔"

"آپ غلط کہہ گئے، یہ خط میرا نہیں۔" وہ تیز انداز میں بولا۔

"اوہ ہاں! میں تو بھول ہی گیا، یہ خط آپ کا نہیں۔" وہ مسکرائے۔

اور پھر وہ اسے ہکا بکا چھوڑ کر باہر نکل آئے۔ راستے میں خط تحریر کے ماہر کو دینے کے بعد وہ تجربہ گاہ پہنچے۔ پروفیسر داؤد اور خان رحمان بت بنے بیٹھے نظر آئے۔

"کیا ہوا... خیر تو ہے۔" وہ مسکرائے۔

"یار ہونا کیا تھا... یہ معاملہ تو ہمارے گھر تک آ پہنچا۔" پروفیسر داؤد پھٹ پڑے۔

"اسسٹنٹ کا پتا چلا یا نہیں۔" انہوں نے جلدی سے پوچھا:

"وہ تو ایسے غائب ہے، جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔"

"اور وہ آپ کن آلات کی بات کر رہے تھے۔"

"میں جو آلات لینے کے لیے یہاں آیا تھا، وہ بھی غائب ہیں... اس کا مطلب ہے، وہ بھائی صاحب وہ آلات بھی ساتھ لے گئے۔"

"کیا وہ اتنے مختصر اور ہلکے پھلکے سے تھے کہ وہ آسانی سے لے گیا۔"

"ہاں! وہ لمبے چوڑے نہیں تھے۔"

"لیکن اس قسم کے آلات تو آپ پھر بازار سے خرید سکتے ہیں... اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"اس میں پریشانی کی بات ہے، تم نہیں سمجھتے۔" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"تو آپ سمجھا دیں نا... آنکھیں نکالنے سے تو ہم سمجھنے سے رہے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

پروفیسر داؤد ہنس پڑے۔ آخر انہوں نے کہا۔

"وہ آلات میری اپنی ایجاد تھے... جب عام آلات کسی جگہ بم وغیرہ کی نشان دہی نہیں کرتے تو میں ان آلات کے ذریعے کام نکالتا ہوں... اب ذرا غور کرو... قاضی ولا میں بم کس نے چھپائے... کیا میرے اپنے اسسٹنٹ سے کام لیا گیا۔"

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"اگر یہی بات ہے، تب اس کا غائب ہونا سمجھ میں آتا ہے اور اس کا مطلب ہے، اس کام کے لیے اسے کسی بڑی رقم کی پیش کش کی گئی تھی... تب اس نے یہ کام کیا، لیکن شاید اس وقت اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ تفتیش کے لیے ہم لوگوں کو بلایا جائے گا اور وہاں آپ بھی ہوں گے..." انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔



"واقعی جمشید... یہی بات ہے اور مجھے حیرت ہو رہی ہے مجرم کی ذہانت پر..."

"اور مجھے سب سے زیادہ حیرت ایک اور بات پر ہے... اس بات پر مجرم ہماری گرفت میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔"

"کیا مطلب جمشید۔"

"دیکھیے... ہم قاضی ولا میں تھے... ہم نے آلات کے ذریعے جان لیا کہ وہاں بم پوشیدہ ہیں... لیکن وہ کہاں ہیں، یہ ہم پتا نہ چلا سکے... چنانچہ آپ آلات لینے کے لیے تجربہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے... اب سوال یہ ہے کہ یہ خبر آپ کے اسسٹنٹ کو کس نے دے دی..."

"ہاں! واقعی... یہ تو عجیب بات ہے۔"

"عجیب باتیں اس کیس میں اور بھی ہیں... خیر ہم بہت جلد جان لیں گے کہ آپ کے اسسٹنٹ نے کیسے معلوم کر لیا تھا آپ ان آلات کو لینے آ رہے تھے... اب ذرا یہ بتائیں... یہ اسسٹنٹ صاحب آپ نے کب رکھے تھے۔"

"اسے کام کرتے ابھی صرف چھ ماہ ہوئے ہیں... لیکن آدمی بہت ذہین اور تیز تھا۔ میں نے جس طرح بھی اس کا ٹسٹ لیا... وہ کامیاب رہا، اس لیے اسے ملازم رکھنا پڑا۔"

"اس نے اپنا پتا کیا لکھوایا تھا۔"

"304 نون روڈ۔ فون نمبر بھی ہے۔"

"فون پر اس سے رابطہ نہیں ہو سکے گا... ہمیں وہاں جانا ہو گا۔"

جلد ہی وہ نون روڈ پہنچ گئے۔ 304 نمبر تلاش کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی... انہوں نے دیکھا، دروازے پر تالا لگا تھا، دائیں بائیں سے

پوچھنے پر پتا چلا... اسلم گیلانی اکیلا رہتا ہے، اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ کہاں ہوتا ہے یا کرتا ہے، وہ آس پاس کے لوگوں سے کبھی نہیں ملتا، نہ کوئی بات کرتا ہے۔''

یہ سن کرانہیں بہت حیرت ہوئی، پھر مالک مکان کو بلا کر تالا توڑا گیا، لیکن اندر کوئی خاص چیزیں نہیں تھیں... کھانے کے چند برتن اور ایک بستر اور بس، تاہم انہیں وہاں سے اس کی انگلیوں کے نشانات مل گئے... نشانات اکرام کے حوالے کردیے گئے... پھر تحریر کے ماہر کو فون کیا گیا... اس نے بتایا۔

''اس خط میں اور پہلی تحریر میں کوئی فرق نہیں ہے، اس خط میں بھی لکھنے والے نے ایوب خاور کی تحریر کی نقل کی ہے...''

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر انسپکٹر جمشید بولے۔

''اگر تحریر کے کسی ماہر سے یہ دونوں تحریریں ایوب خاور کے انداز میں لکھوائی گئی ہیں، تو ہمیں اس ماہر تک پہنچنا ہوگا... ہم اس سے پوچھیں گے، اس سے یہ تحریریں کس نے لکھوائی ہیں اور ہمارے محکمے کا تحریر کا ماہر اس سلسلے میں ضرور ہماری مدد کرسکتا ہے... آؤ چلیں۔''

اب وہ تحریر کے ماہر کے پاس پہنچے۔ اس نے انہیں حیران ہو کر دیکھا، پھر بولا۔

''میں آپ کو رپورٹ سنا تو چکا ہوں۔''

''ہم تو صرف یہ جاننا چاہتے ہیں... یہ کام بھلا شہر میں کون کرسکتا ہے، ایسے کسی ماہر سے آپ ضرور واقف ہوں گے۔''

''ہمارے شہر میں تحریر کے صرف چند ماہر موجود ہیں... میں ان کے نام





لکھا دیتا ہوں... آپ فوراً ان سے مل لیں... اور معلوم کرلیں... یہ کام ان میں سے کس کا ہے۔''

''بالکل ٹھیک۔'' وہ مسکرائے۔

نام پتے لے کر وہ وہاں سے نکل آئے... یہ کل تین پتے تھے۔ انہوں نے باری باری تینوں سے ملاقات کی، تیسرے کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار دیکھتے ہی انہوں نے جان لیا کہ یہی وہ صاحب ہیں جن کی انہیں تلاش ہے۔

☆O☆O

# نوٹ بک

"تو آپ ہیں وہ۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب... میں ہوں وہ... یہ کیا بات ہوئی۔"

"آپ کا نام مشرف نیازی ہے نا۔" محمود مسکرایا۔

"ہاں! میرا نام یہی ہے، تو پھر، اس سے کیا۔"

"اگر اس سے کچھ نہیں تو یہ بتا دیں، آپ کے چہرے پر گھبراہٹ کیوں ہے۔"

"آپ نے بتایا ہے نا کہ آپ لوگوں کا تعلق پولیس سے ہے۔"

"ہاں تو پھر...؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"پولیس کسی کے گھر پر آئے تو گھر والے تو پریشان ہوتے ہی ہیں۔"

"خیر مان لیا یہی بات ہے... ہمیں دراصل آپ سے ایک کام ہے، ہم نے سنا ہے، آپ تحریر کے ماہر ہیں... میرا مطلب ہے، کسی کی بھی تحریر کی نقل آسانی سے کر سکتے ہیں۔"

"جی نہیں... میں خوش نویس ہوں، لوگ مجھ سے اشتہارات وغیرہ لکھوانے کے لیے آتے ہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"ہاں! آپ یہ کام کرتے ہیں، لیکن دراصل آپ تحریر کے بھی بہت ماہر ہیں... اگر یہ بات ہے تو آپ صاف صاف بتا دیں، ہم آپ سے مفت کوئی کام نہیں



کرائیں گے... دراصل ہمیں ایک مجرم کو پکڑنا ہے... اور جب تک نقلی تحریر کے ذریعے کوشش نہیں کی جائے گی، وہ قابو میں نہیں آئے گا، میرا مطلب ہے، ہم اس پر جرم ثابت نہیں کر سکیں گے... لہٰذا آپ ایک خط کی نقل کر دیں، ہم آپ کو معقول معاوضہ دیں گے۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔" اس کے چہرے سے گھبراہٹ ختم ہوتی محسوس ہوئی۔

"جی ہاں! بات تو بس اتنی سی ہے..." فاروق مسکرایا۔

اس دوران انسپکٹر جمشید بالکل خاموش رہے تھے۔ انہیں ان تینوں کے سوالات اچھے لگ رہے تھے۔

"لائیے وہ خط۔"

انہوں نے ایوب خاور والا خط اس کے سامنے رکھ دیا، وہ بہت زور سے اچھلا۔ آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"مم... میں بے قصور ہوں... مجھ سے تو کوئی بھی آ کر تحریر لکھوا سکتا ہے، یہ میرا پیشہ ہے... اب مجھے تو معلوم نہیں کہ فلاں آدمی کیوں یہ کام کرا رہا ہے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔ آواز تھرا رہی تھی۔

"بالکل ٹھیک... لیکن پھر آپ گھبرا کیوں رہے ہیں۔"

"مم... میں... بس... پتا نہیں کیا بات ہے، میں ذرا سی بات سے شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہم آپ کو چھوڑ سکتے ہیں، گرفتار نہیں کریں گے... صرف یہ بتا دیں، آپ سے یہ خط کس نے لکھوایا تھا... اور کیا اس نے نمونے کی تحریر آپ کو دی تھی۔"

"بالکل دی تھی۔" اس نے فوراً کہا۔

"وہ کہاں ہے؟" محمود نے پوچھا:

"وہ ساتھ لے گیا تھا۔"

"اچھا خیر... وہ کون تھا، اس کا کیا نام تھا۔"

"افسوس! میں نہیں جانتا، نہ میں نے پوچھا، نہ اس نے بتایا۔"

"ہم یہ بات مان لیتے ہیں... آپ بس اس کا حلیہ بتادیں۔"

"حلیہ... اوہ ہاں... وہ ایک لمبے قد کا آدمی تھا، رنگ سانولا تھا، آنکھیں بڑی بڑی سیاہ تھیں..."

"نن... نہیں... نہیں۔"

وہ چلا اٹھے... مارے حیرت کے ان کا برا حال ہوگیا، ادھر مشرف نیازی دھک سے رہ گیا۔

"کک... کیا ہوا جناب..." وہ بولا۔

"کچھ نہیں... آپ کو اسی وقت ہمارے ساتھ چلنا ہوگا... ہم آپ سے ایک آدمی کی شناخت کرائیں گے... آپ اسے دیکھ کر صرف یہ بتادیں... کیا وہی آپ سے تحریر لکھوانے آیا تھا۔"

"وہ... اس کی طرف سے مجھے تو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"ان شاء اللہ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔"

"چلیے پھر۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

جلد ہی وہ ایوب خاور کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ آخر دروازہ کھلا۔ مشرف نیازی کی نظر جونہی ایوب خاور پر پڑی، وہ بری طرح اچھلا... ادھر انہوں نے ایوب خاور کی طرف دیکھا، وہ حیرت زدہ سا مشرف نیازی کو دیکھ رہا تھا۔





"کیا بات ہے... میں سمجھا نہیں۔"

"یہی ہے... وہ... یہی ہے۔" مشرف نیازی نے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب...؟" ایوب خاور نے حیران ہو کر کہا۔

"ان صاحب کا بیان ہے... یہ خط آپ نے ان سے لکھوایا تھا۔"

"یہ خط میں نے ان سے لکھوایا تھا... یہ کیا بات ہوئی... میں کیوں لکھواتا ان سے یہ خط یا کوئی اور خط... جب کہ مجھے خود لکھنا آتا ہے۔"

"مسئلہ یہ نہیں ہے کہ آپ کو خط لکھنا آتا ہے یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر... اور کیا مسئلہ ہے۔"

"آپ اپنی تحریر کی نقل کرانا چاہتے تھے اور یہ صاحب اس کام کے ماہر ہیں لہٰذا آپ ان کے پاس گئے... اور رقم دے کر یہ خط لکھوایا۔ اپنے ہاتھ کی لکھی تحریر نمونے کے طور پر آپ نے ان کے سامنے رکھی تھی، وہ آتے ہوئے آپ لے آئے تھے۔"

"آپ لوگوں کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"حد ہوگئی، اس میں غلط فہمی والی کون سی بات ہے بھلا... یہ جیتا جاگتا گواہ آپ کے سامنے ہے۔"

"یہ صاحب غلط بیانی کر رہے ہیں، میں ان کے پاس ہرگز نہیں گیا۔" ایوب خاور نے کہا۔

"آپ کیا کہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مشرف نیازی کی طرف مڑے۔

"بالکل یہی صاحب آئے تھے... بھلا مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت... آپ یہ بھی تو سوچیے۔"

''بات معقول ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب... کیا آپ کا خیال ہے، میری بات معقول نہیں ہے۔''

''آپ کے بارے میں ہم کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' وہ مسکرائے، پھر وہ مشرف نیازی کی طرف مڑے۔

''آپ جا سکتے ہیں... آپ کی وجہ سے ہمارا کام آسان ہو گیا۔''

''شکریہ جناب۔'' وہ لگا مڑنے۔

''یہ رہا آپ کا واپسی کا کرایہ اور یہ رہی آپ کے وقت کی قیمت۔'' انہوں نے چند سو روپے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس نے حیرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا... آخر بولا۔

''یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں... کیا ہمارے ملک میں ایسے پولیس آفیسر بھی ہیں۔''

''ہاں کیوں نہیں، اس دنیا میں مجھ سے بہتر لوگ موجود ہیں، یہاں ایک سے بڑھ کر ایک موجود ہیں۔''

''آپ... آپ بہت اچھے ہیں... کاش ہمارے ملک میں سب پولیس آفیسر آپ جیسے ہو جائیں۔''

''آمین۔'' وہ سب بولے۔

اور پھر مشرف نیازی چلا گیا۔

''اب آپ کیا کہتے ہیں... ہمارے پاس آپ کی گرفتاری کے لیے کافی مواد جمع ہو چکا ہے... اب یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ یہ ساری سازش آپ نے تیار کی ہے... آپ قاضی گھرانے سے انتقام لینا چاہتے ہیں... اس لیے کہ انہوں



ے آپ کو اپنے گھرانے سے نکال دیا تھا... ان کی بہن نے آپ سے طلاق لے لی تھی، لہٰذا آپ اس وقت سے انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔''

''نن... نہیں... نہیں... افسوس۔'' اس کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

''نہیں نہیں... افسوس کیا۔''

''افسوس آپ لوگ بھی غلط نتیجہ نکال رہے ہیں۔''

''ہمیں نتیجہ نکالنا آتا ہے... آپ اس وقت صرف اپنی بات کریں۔''

''میں اپنی بات کیا کروں... آپ تو مجھے مجرم بنانے پر تل گئے ہیں۔''

''اب صرف اتنا بتا دیں... قاضی ولا میں آپ نے بم کس کے ذریعے رکھوائے تھے۔''

''بم... بم۔'' اس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

''ہاں! بم... وہاں ہر کمرے میں بم موجود ہے، لیکن ہم بم تلاش نہیں کر سکے... اس لیے کہ وہ کسی عام آدمی نے نہیں رکھے، خاص ماہر نے ان کو چھپایا ہے۔''

''آپ... اب میں کیا کہوں... آپ مجھے زبردستی مجرم بنانے پر تل گئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... اگر آپ مجرم نہیں ہیں تو پھر بتائیں... مجرم کون ہے۔''

''یہ معلوم کرنا آپ کا کام ہے... مجھے کیا معلوم۔'' وہ بھنا اٹھا۔

''اس سازش کا ہر رخ آپ کی طرف اشارہ کر رہا ہے... اب ہمیں صرف اس ماہر کو تلاش کرنا ہے... جس نے بم چھپائے ہیں اور وہ شخص ہمارے ساتھی پروفیسر داؤد صاحب کی تجربہ گاہ میں کام کرتا رہا ہے، اس لیے ہم اسے بھرے مجمعے میں پہچان سکتے ہیں۔''

"آپ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں... کرلیں... مجھ پر کیس چلانا چاہتے ہیں چلالیں... اس میں کوئی شک نہیں کہ میں قاضی گھرانے سے نفرت کرتا ہوں، میری عین خواہش ہے کہ وہ گھرانہ تباہ ہو جائے... لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں اس معاملے میں بالکل بے گناہ ہوں... میں نے کوئی سازش وازش تیار نہیں کی۔"

"اچھی بات ہے... ذرا اپنی جیب سے یہ نوٹ بک نکالیے گا۔" اچانک انسپکٹر جمشید نے کہا... اور وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

☆O☆O



# تحریر کی نقل

اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"کیا مطلب... آپ میری یہ نوٹ بک دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں بالکل..." انسپکٹر جمشید نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن یہ میری ذاتی نوٹ بک ہے، کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو انسان پوشیدہ ہی رکھنا پسند کرتا ہے... آپ میری ایسی باتیں کیوں پڑھنا چاہتے ہیں۔"

"ہم ایسی کوئی بات نہیں پڑھنا چاہتے... لیکن اس کیس سے متعلق ہر بات جان لینا چاہتے ہیں اور آپ کو اس میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے... نوٹ بک میں کیس کے بارے میں کچھ نظر آیا تو ہم آگے پڑھیں گے، ورنہ ورق الٹتے چلے جائیں گے اور ایسا ہم آپ کے سامنے کریں گے۔"

"اچھی بات ہے..." اس نے پریشانی کے لہجے میں کہا اور نوٹ بک جیب سے نکال کر ان کی طرف بڑھا دی۔ وہ سب اس پر جھک گئے اور وعدے کے مطابق سرسری نظر ڈالتے ہوئے ورق الٹتے چلے گئے... تاہم ایک ورق پر ان کا ہاتھ اٹک گیا... اس صفحے کی تحریر کے پہلے الفاظ ہی نے انہیں بری طرح چونکا دیا۔ لکھا تھا:

"پروفیسر داؤد کے اسسٹنٹ آج دوپہر بارہ بجے مجھ سے

ملاقات کے لیے آئے۔ انہوں نے مجھ سے ادھر ادھر کی بہت
سی باتیں کیں۔ پھر وہ چلے گئے۔''
تحریر پڑھ کر انہوں نے ایوب خاور کی طرف دیکھا... اس
کا رنگ اب بالکل اڑ چکا تھا... جسم پر لرزہ طاری ہو چکا تھا۔
''اب آپ کیا کہتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دیکھا۔
''مم... میں... میں خود حیران ہوں، وہ مجھ سے ملنے کے لیے کیوں
آئے تھے، میں سمجھا ہی نہیں... اور نوٹ بک میں یہ بات لکھ لی تھی...''
''کیا وہ پہلے بھی ملاقات کے لیے آئے تھے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔
''مجھ سے انہوں نے وہ بس ایک بار ہی ملاقات کی تھی، لیکن میرے
پڑوسیوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے کئی بار چکر لگایا تھا... میں انہیں گھر پر نہ مل سکا۔
''اور انہوں نے اپنا نام کیا بتایا تھا۔''
''اسلم گیلانی۔''
''ملاقات کے لیے کیوں آئے تھے۔''
''بس کچھ نہیں بتایا... ادھر ادھر کی باتیں کر کے اٹھ گئے۔''
''دیکھیے... مہربانی فرما کر سچ بتا دیں، وہ کس لیے آئے تھے۔''
''میں سچ بتا چکا ہوں۔'' اس نے جل کر کہا۔
''کیا وہ آپ سے بموں کو نصب کرنے کی بات نہیں کرتے رہے۔''
''جی... جی نہیں... توبہ کریں... میں اور ان کے گھر میں بم رکھواؤں گا۔''
''ان کے گھرانے کے ہر کمرے میں بم رکھوائے گئے ہیں، وہ بھی اس
خوبی سے کہ ہمارے پروفیسر داؤد تک ان کو تلاش نہ کر سکے... پھر وہ تجربہ گاہ پہنچے تا کہ
وہاں سے کچھ اور آلات لے آئیں... جو بموں کی جگہ کی طرف نشان دہی کر سکیں



لیکن آپ کو یہ سن کر بہت حیرت ہوگی کہ وہاں سے وہ اسسٹنٹ غائب تھا اور وہ
آلات بھی غائب تھے جن کے ذریعے بم تلاش کیے جا سکتے تھے... اب وہی اسسٹنٹ
اسلم گیلانی آپ کے گھر چکر لگاتا ہے، آپ سے ملاقات بھی کرتا ہے اور آپ نے
نوٹ بک میں یہ لکھا ہے کہ وہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے چلا گیا... اب فرمائیے، آپ کیا
کہتے ہیں، آپ اقرار کر چکے ہیں کہ قاضی گھرانے سے آپ کو شدید نفرت ہے۔''
''ہاں یہ سب باتیں درست ہیں، لیکن میں نے ایسا کوئی منصوبہ نہیں
بنایا، میں نہیں جانتا... اسلم گیلانی میرے گھر کے چکر کیوں لگاتا رہا ہے اور اس نے مجھ
سے ملاقات کیوں کی تھی... اس وقت مجھے حیرت ضرور ہوئی تھی کہ یہ اتنے بڑے
سائنس دان کے اسسٹنٹ ہیں، مجھ سے کیوں ملنے کے لیے آئے ہیں... ویسے
جناب! آپ مجھے تو مجرم بنائے دے رہے ہیں... کیا آپ نے اسلم گیلانی کو تلاش کر
لیا ہے... کیا ان کا بیان لے لیا ہے۔''
''نہیں! ہم نے ابھی ان کی تلاش شروع نہیں کی... اور اس کی وجہ ہے،
جونہی ہم اس کیس میں کسی اور رخ سے کوشش شروع کرتے ہیں، بس آپ کسی نہ کسی
طرح درمیان میں آ جاتے ہیں اور ہمیں پھر آپ کی طرف رخ کرنا پڑتا ہے۔'' انسپکٹر
جمشید نے برا سا منہ بنایا۔
''لیکن اس میں میرا کیا قصور۔'' اس نے بھی جواب میں برا سا منہ بنایا۔
''آخر آپ نے اپنی بیوی کو طلاق کیوں دی تھی۔''
''میں نے طلاق نہیں دی تھی... ان لوگوں نے زبردستی طلاق لی
تھی... میرا کپڑے کا بہت اچھا کاروبار تھا... خوب چلتا تھا... میرے پاس دولت کی
ریل پیل تھی... ان حالات میں میری شادی نادرہ قاضی سے ہوئی... لیکن آہستہ
آہستہ اس نے میری ساری دولت پر قبضہ کر لیا اور جب میں بالکل کنگال ہو گیا تو گی

طلاق کا مطالبہ کرنے... آخر تنگ آ کر میں نے طلاق دے دی... اور باقی بچے کھچے
پیسوں سے سبزی کی یہ دکان کر لی۔"

"لیکن سبزی کی ہی کیوں... کیا آپ کوئی اور کام نہیں کر سکتے تھے۔"
انسپکٹر جمشید نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

"پیسے اتنے تھوڑے سے بچے تھے کہ چھوٹا سا مکان اور یہ دکان خریدنے
کے بعد صرف سبزی ہی کا کام ہو سکا، کسی نے کہا تھا... یہ کام کم سے کم پیسے میں بھی ہو
جاتا ہے۔"

"آخر نادرہ نے آپ کو کنگال کیسے کر دیا، کیا آپ اتنے بے وقوف تھے۔"

"ہاں! میں ان لوگوں کے مقابلے میں سیدھا ہی تھا، اصل بات یہ ہے... ا
س نے پہلے ایک بھائی کو مجھ سے قرض دلایا، پھر دوسرے کو... واپسی کا وعدہ زیادہ دیر
کا نہیں تھا، اس لیے میں نے قرض دے دیا... پھر قرض پر قرض دلواتی چلی گئی... لیکن
قرض واپس نہیں کرایا... پھر جب اس نے ان کے لیے مزید قرض مانگا تو میں نے
اپنے حالات دیکھ کر انکار کر دیا... اس پر نادرہ نے طلاق لینے کی دھمکی دی... اس دھمکی
نے مجھے مشکل میں ڈال دیا... بسا بسایا گھر پہلے ہی اجڑ چکا تھا، اب رہی سہی کسر پوری
ہوتی نظر آئی، میں نے سوچا، ان حالات میں اگر میں نے قرض نہ دیا اور طلاق دینا پڑ
گئی تو میرے پلے کیا رہ جائے گا... لہٰذا میں نے آخری حدود تک قرض دیا، جب پلے
کچھ نہ بچا تو صاف انکار کر دیا... تب اس نے کہا، کوٹھی فروخت کر دو، ورنہ مجھے طلاق
دے دو... میں کانپ گیا... آخر کوٹھی فروخت کر دی... وہ رقم بھی انہیں دے دی
، دکان بھی خالی ہو چکی تھی... پیسہ پاس رہا نہیں تھا، مارکیٹ سے مال کون دیتا
... مارکیٹ میں بھی میرا اعتبار اٹھ چکا تھا... پھر اس کے بعد سب سے بڑی مصیبت یہ
ٹوٹی کہ اس نے طلاق کا مطالبہ جاری رکھا... آخر میں نے تنگ آ کر طلاق دے دی۔



"لیکن آپ اپنا قرض تو وصول کر سکتے تھے... ادائیگی نہ کرنے کی صورت
میں ان پر کیس درج کرایا جا سکتا تھا۔"

"جی نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"کیا کہا، جی نہیں۔"

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے... جی نہیں... اس لیے کہ انہوں نے قرض کی
وصولی کی کوئی تحریر لکھ کر نہیں دی تھی۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

چند لمحے تک وہاں سناٹا طاری رہا، پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب تو پھر مسٹر ایوب خاور! سارا کیس آپ کے خلاف بالکل درست
ثابت ہوتا ہے، آپ نے ان لوگوں سے انتقام لینے کے لیے یہ سارا منصوبہ ترتیب دیا
... کیونکہ انتقام لینے کی وجہ آپ کے پاس ہے، آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی
ان کے پاس قطعاً کوئی وجہ نہیں... قانون جرم کی وجہ پر بہت زور دیتا ہے... عدالت
پوچھتی ہے... آخر جرم کیوں کیا گیا... اس کیوں کا جواب آپ کے خلاف ہے... ان
کے خلاف نہیں... لہٰذا میں اعلان کرتا ہوں... ثبوت مکمل ہے... عدالت سے آپ کو
بہت آسانی سے سزا دلوائی جا سکتی ہے۔"

"جی نہیں۔" ایوب خاور نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"کیا کہا... جی نہیں۔"

"جی ہاں! میں نے یہی کہا ہے، جی نہیں، اس پورے کیس کا ایک اہم شخص
ابھی تک سامنے نہیں آیا... اور وہ ہے پروفیسر داؤد صاحب کا اسسٹنٹ اسلم گیلانی
... آخر وہ کہاں ہے... آپ اسے تلاش نہیں کر سکے... عدالت میں اس سے پوچھا
جائے گا... اس نے بم کس کے کہنے پر رکھے۔"

''اس میں شک نہیں... ہمارے کیس کا یہ ایک کمزور پہلو ہے... لیکن ہم آخر کار اسے بھی تلاش کر ہی لیں گے اور عدالت میں پیش کر دیں گے... اس لیے میرے محترم... میں قاضی گھرانے کو یہیں بلا رہا ہوں... تاکہ ان کے سامنے ساری بات ہو جائے...''

''انہیں بلانے سے پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دے دیں۔'' اس نے بھنا کر کہا۔

''ہاں! ضرور... کہیے... کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''مجھے آپ کو وہ خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی... یہ تو آ بیل مجھے مار والی بات ہو گئی... اگر یہ میرا منصوبہ تھا تو مجھے تو یہ کام خاموشی سے کر گزرنا چاہیے تھا... پہلے ہی آپ کو چونکانے کی مجھے کیا ضرورت تھی۔''

''اس سوال کا جواب میرے پاس ہے اور میں آپ کو دوں گا... لیکن ان لوگوں کی موجودگی میں۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

''آپ کی مرضی! اگر آپ انہیں بلانا ہی چاہتے ہیں اور مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں...'' اس نے کندھے اچکائے۔

اب انسپکٹر جمشید نے قاضی گھرانے کے نمبر ملائے... فون سردار قاضی نے اٹھایا۔

''قاضی صاحب! انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں... آپ سب لوگ مہربانی فرما کر ایوب خاور کے گھر آ جائیں... اس کا جرم ثابت ہو چکا ہے، یہ منصوبہ اسی نے ترتیب دیا تھا۔''

''یہی تو ہمارا خیال تھا... ہمارے خلاف اتنا گھناؤنا منصوبہ اس کے سوا بنا بھی کون سکتا ہے... آپ کو مبارک ہو، آخر آپ نے کیس حل کر لیا... ہم آ رہے





ہیں اور ہم بہت خوشی محسوس کر رہے ہیں۔

''شکریہ... تشریف لے آئیں۔''

اور پھر وہ سب وہاں آ گئے... ایوب خاور کے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں وہ سب مشکل سے سمائے۔

''یہ کہانی اس وقت شروع ہوئی، جب مجھے خط ملا... ہمارے لیے وہ خط حیرت انگیز تھا، خوفناک تھا، اس لیے ہم فوراً حرکت میں آ گئے، ادھر کرائے کا غنڈہ گھومتی ہم سے ٹکرایا۔ پتا چلا، اسے اس کے استاد رگو نے بھیجا تھا، ہم نے رگو تک پہنچنے کے لیے سرائے کالا زار کی تلاشی لی... لیکن مجرم رگو کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا... اس طرح ہم اس سے حملہ کروانے والے کا نام نہ پوچھ سکے، آخر ہم قاضی ولا پہنچ گئے، ان سے بات کی... ان کے ذریعے ہمیں ایوب خاور صاحب کا پتا چلا، ان کی آپس کی رشتے داری کا پتا چلا... پھر آپس میں جو زبردست قسم کی کشیدگی تھی، اس کے بارے میں معلوم ہوا... ایک اہم بات یہ سامنے آئی کہ وہ خط ایوب خاور کی تحریر سے بالکل ملتا جلتا نظر آیا۔ ہم نے تحریر کے ماہر سے رابطہ کیا... اس نے بتایا... تحریر ایوب خاور کی تحریر سے ملتی جلتی تو ضرور ہے، لیکن اس کی اپنی ہے نہیں، گویا کسی اور سے لکھوایا گیا تھا، وہ بھی تحریر کے ماہر سے، دوسرا خیال یہ آیا کہ اگر مجرم ایوب خاور ہیں... تب انہوں نے جان بوجھ کر اپنی تحریر میں کچھ الفاظ بگاڑ کر لکھ دیے ہوں گے تاکہ ماہر کی رپورٹ یہ ہو کہ خط اس نے نہیں لکھا، خود کو بچانے کا یہ ایک بہترین طریقہ تھا... ایسے میں ایک اور خوفناک بات معلوم ہوئی... ہمیں پتا چلا کہ قاضی ولا میں بم رکھے گئے ہیں.. آلات نے یہ تو بتا دیا کہ بم رکھے گئے ہیں، لیکن وہاں موجود سائنسی آلات یہ نہ بتا سکے کہ بم کہاں رکھا گیا تھا... پروفیسر صاحب کو مزید آلات کی ضرورت پیش آئی... یہ آلات لینے کے لیے تجربہ گاہ میں آئے... یہاں سے ان کے ایک اسسٹنٹ

آلات سمیت غائب تھے۔ یہ ایک حیرت انگیز بات تھی، پھر معلوم ہوا کہ ان اسسٹنٹ صاحب نے ایوب خاور صاحب سے کئی بار ملاقات کرنے کی کوشش کی ہے، وہ ان کے گھر چکر لگاتا رہا اور ایک بار وہ ملاقات کر بھی چکا ہے، لیکن ایوب خاور اس ملاقات کا حال گول مول انداز میں سناتے ہیں... ان کا کہنا ہے، اسسٹنٹ اسلم گیلانی نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے چلے گئے... اور کوئی بات انہوں نے نہیں کی... یہ بات ذرا عجیب ہے، سمجھ میں آنے والی نہیں، ہم ابھی تک اسلم گیلانی کو تلاش نہیں کر سکے۔ وہ صاحب اگر مل جاتے تو زیادہ اچھا تھا، بات زیادہ صاف ہو جاتی، لیکن خیر... ہمیں ایوب خاور صاحب کے دوسرے خط نے اس کیس کی تہ تک پہنچا دیا... اس خط کی تحریر کے بارے میں بھی ماہرین کا کہنا یہی ہے کہ وہ تحریر ایوب خاور کی نہیں ہے، البتہ اس کی تحریر کی نقل کی گئی ہے... ہم پھر اسی نتیجے پر پہنچے کہ ایوب خاور نے تحریر بگاڑ کر یہ خیال دلانے کی کوشش کی ہے کہ اس نے نہیں لکھا... پھر ہم نے ان سے ان کی کہانی سنی... ان کا کہنا ہے، جب ان کی شادی نادرہ قاضی سے ہوئی، اس وقت یہ بہت زیادہ مال دار تھے... دولت کی ان کے ہاں ریل پیل تھی، پھر نادرہ صاحبہ نے اپنے بھائیوں کو ان سے قرض دلوانا شروع کیا، شروع میں قرض کی واپسی کا وعدہ جلد کرنے کا تھا... لیکن یہ قرض کبھی واپس نہ کیا گیا... بلکہ اور لیتے چلے گئے، نادرہ صاحبہ طلاق کی دھمکیاں دے دے کر مزید قرض دلواتی چلی گئی... یہاں تک ایوب خاور صاحب بالکل کنگال ہو گئے، اس حد تک کہ انہیں اپنا کاروبار بند کرنا پڑا۔ پھر نادرہ صاحبہ نے ان سے زبردستی طلاق لے لی...

''یہ... یہ کہانی بالکل جھوٹ ہے۔'' نادرہ چلا اٹھی۔

''محترمہ! میں آپ کو ان کی کہانی سنا رہا ہوں، میں نے یہ نہیں کہا کہ ان کی یہ کہانی سچی ہے... ہاں تو پھر آپ نے ان سے طلاق لے لی، اس کے بعد انہوں نے کوٹھی فروخت کر کے ایک چھوٹا سا مکان خرید لیا، ایک دکان خرید لی اور سبزی کا کام شروع کر دیا... ایوب خاور صاحب کیا آپ بتا سکتے ہیں... جب آپ نے سبزی کا کام شروع کیا تو ان حضرات نے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا۔''

انسپکٹر جمشید کا یہ سوال سن کر ایوب خاور زور سے چونکا، اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آئی... یوں محسوس ہوا جیسے اس بات کو وہ بھولا ہوا تھا... آخر اس نے کہا۔

''حیرت ہے... میں نے آپ کو یہ بات نہیں بتائی... اور آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں، آخر آپ کو اس بات کا خیال کس طرح آیا۔''

''میں انسانی نفسیات کا مطالعہ بہت غور سے کرتا ہوں... آپ پہلے میرے سوال کا جواب دیں۔''

''جی ہاں! ان لوگوں نے مجھ سے کہا تھا... میں سبزی کا کام نہ کروں، کوئی اور اچھا کاروبار کروں یا پھر اس شہر سے کسی اور شہر میں چلا جاؤں... انہوں نے مجھ سے بار بار یہ کہا... لیکن مجھے تو اس گھرانے سے بلا کی نفرت تھی... میں کیوں ان کی بات مانتا...'' اس نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

''پھر... اس کے بعد۔''

''اس کے بعد بھی انہوں نے بار بار مجھ سے مطالبہ کیا... لیکن میں بھلا کب ماننے والا تھا... صاف انکار کرتا رہا... آخر انہوں نے خاموشی اختیار لی...''

''اور اس کے بعد اس شخص نے ہمارے خلاف یہ منصوبہ شروع کر دیا۔'' سردار قاضی نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

''جی ہاں! بالکل یہی بات ہے... اس کے سوا کہا بھی کیا جا سکتا تھا... ویسے کیا آپ لوگوں نے اس سے اس طرح قرض لیا تھا اور تمام رقوم واپس

نہیں لوٹائی تھیں۔"

"یہ جھوٹ بولتا ہے... ہم لوگ تو خاندانی رئیس ہیں۔" نادرہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"لیکن محترمہ... اچھا ٹھیک ہے... مسٹر ایوب خاور... آپ سے ان حضرات نے پہلی مرتبہ قرض کب لیا تھا۔"

"آج سے سات سال پہلے۔"

"آپ کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ ہے۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"شکریہ... وہ ریکارڈ لے آئیں... اور فرار ہونے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور چلا گیا۔

کمرے میں اب موت کا سناٹا طاری ہو گیا... ہر شخص سوچ میں گم ہو چکا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان میں سے کسی کو بھی کوئی بات کرنے کی ضرورت نہ ہو... پھر ایوب خاور کمرے میں داخل ہوا، اس کے پاس ایک بڑی سی نوٹ بک تھی۔ وہ اس نے ان کے سامنے رکھ دی... انہوں نے اس کی ورق گردانی شروع کر دی... پھر اس میں سے کچھ چیزیں ایک کاغذ پر لکھ لیں... اور سردار قاضی کی طرف مڑے۔

"آپ لوگوں کا اکاؤنٹ کون سے بنک میں ہے۔"

"جی... اکاؤنٹ۔"

"ہاں اکاؤنٹ... اور جب نادرہ صاحبہ ایوب صاحب کی بیوی تھیں، اس وقت اکاؤنٹ کس بنک میں تھا۔"

انہوں نے اپنے اکاؤنٹ نمبر بتا دیے۔ انہوں نے نمبر نوٹ





کر لیے، اکرام کو فون کیا... اسے چند ہدایات دیں... پھر فون بند کر کے ان کی طرف مڑے۔

"میں آپ لوگوں سے ایک سوال پوچھتا ہوں... مہربانی فرما کر اس کا جواب دیں۔"

"جی... ضرور پوچھیں۔"

"کیا اسلم گیلانی آپ لوگوں کا رشتے دار ہے یا دوست ہے۔"

"جی... جی نہیں تو... ہم تو اسے جانتے بھی نہیں۔"

"مسٹر ایوب خاور آپ نے کبھی ان کے ہاں اسلم گیلانی کو دیکھا۔"

"جی نہیں..." اس نے فوراً کہا۔

"آپ لوگوں پر مجھے بہت حیرت ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی... کیا مطلب... آپ کو ہم پر حیرت ہے... لیکن کس بات پر۔" ابرار قاضی نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کے گھر کے ہر کمرے میں بم نصب کر دیا گیا... لیکن آپ بدستور وہاں رہ رہے ہیں... آپ نے ذرا خوف محسوس نہیں کیا... اگر وہ بم آپ کے دشمن نے رکھوائے ہیں... تو کیا وہ کسی وقت بھی ریموٹ کے ذریعے انہیں پھاڑ نہیں سکتا... آخر آپ اس قدر بے خوف کیوں ہیں۔"

وہ ان کی طرف ٹکر ٹکر دیکھتے رہ گئے، کوئی جواب نہ دے سکے۔

"گویا آپ کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے... خیر میں ایک اور سوال کرتا ہوں... اور وہ یہ کہ پروفیسر داؤد آپ کے گھر سے وہ آلات لینے گئے تھے، جن کے ذریعے بموں کا پتا چلایا جا سکتا تھا، جب وہ تجربہ گاہ پہنچے تو وہاں ان کے اسسٹنٹ ان آلات سمیت غائب تھے... یہ بات صرف ہمارے اور آپ کے درمیان

ہوئی تھی... اسلم گیلانی کو کس نے بتائی کہ پروفیسر داؤد وہ آلات لینے کے لیے آرہے ہیں اور اس طرح وہ خود بھی پھنسنے والا ہے... لہٰذا وہ غائب ہو جائے... یہ اطلاع اسے ایوب خاور تو دے نہیں سکتا تھا، اس لیے کہ ایوب خاور وہاں نہیں تھا... کیا آپ اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔"

وہ پھر ان کی طرف دیکھ کر رہ گئے... اسی وقت فون کی گھنٹی بجی... دوسری طرف اکرام تھا... اس کی بات سن کر انہوں نے فون بند کر دیا اور ان کی طرف مڑے۔

"ساری بات واضح ہو گئی... ایوب خاور کا یہ بیان بالکل درست ثابت ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے اس سے بڑی بڑی رقمیں قرض لی ہیں... اس زمانے میں یہ صاحب لاکھوں کے مالک تھے... شاید ایک کروڑ تک ان کا بنک بیلنس تھا... لیکن بعد میں ایک لاکھ بھی نہیں رہ گیا تھا... جب کہ اس زمانے میں آپ لوگوں کے اکاؤنٹوں میں ایک ایک یا دو دو لاکھ روپے موجود تھے، اس سے زیادہ نہیں تھے، گویا نادرہ صاحبہ کی شادی ایوب خاور سے کرائی ہی اس لیے گئی تھی کہ ان کی دولت پر ہاتھ صاف کیا جا سکے... اور وہ آپ لوگوں نے کر لیا... لیکن ان کا سبزی کی دکان کرنا آپ لوگ برداشت نہ کر سکے... آپ لوگوں نے پہلے تو انہیں منع کیا، شہر چھوڑ دینے کے لیے کہتے رہے... جب یہ نہ مانے تو ان کے خلاف یہ منصوبہ ترتیب دیا گیا... اس سارے منصوبے میں عجب بات صرف اسلم گیلانی کی ہے... اسلم گیلانی سے آپ کے تعلقات کیسے ہو گئے... بس یہ بتا دیں... اس کے بعد میں آپ کو جیل بھجوا دیتا ہوں۔"

"کک... کیا... کہا... جیل... اور ہمیں۔" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں! بے چارے ایوب خاور تو شروع سے آخر تک مظلوم ہیں... انہوں نے تو کوئی ظلم آپ لوگوں پر سرے سے کیا ہی نہیں... لہٰذا جیل تو آپ ہی کو جانا ہوگا... انہیں نہیں... چاہے آپ اسلم گیلانی کے بارے میں بتائیں یا نہ بتائیں۔"

"تلاش تو ہم اسے بھی کر ہی لیں گے۔"

... ایسے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور اکرام اسلم گیلانی کو لیے اندر داخل ہوا...

"یہ حاضر ہے... میں نے آپ کی ہدایات موصول ہوتے ہی اس کا سراغ لگانے کی کوشش شروع کر دی تھی... یہ اپنے گاؤں والے گھر میں چھپا ہوا تھا..."

"بہت خوب! لیجیے... ثبوت کا یہ حصہ بھی مکمل ہوا... اب آپ کیا کہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے شوخ آواز میں کہا۔

"اب یہ بے چارے کیا کہیں گے... ان کے ہونٹوں پر تو تالے پڑ چکے ہیں... کبھی نہ کھلنے کے لیے... ویسے مجھے حیرت ہے... ایسے تالے انہیں کہاں سے مل گئے۔" فاروق کی آواز گونج اٹھی۔

"جرم کے بازار سے۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا... جو فاروق کی ران پر لگا... وہ جو اچھلا تو اس کا سر فرزانہ کے سر سے ٹکرایا... خان رحمان اور پروفیسر داؤد ہنسنے لگے۔

☆☆☆

## یہ ناول اسٹاک میں موجود ہیں

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| خوف کا بم | 18/- | فائل کا دھماکہ | 29/- | عمارت میں بم | 29/- |
| قتل کا پروگرام | 18/- | بلیک گولڈ | 29/- | پنسل کے شکار | 29/- |
| سونے کی کار | 18/- | ہمشکل سازش | 29/- | تلی کا خوف | 29/- |
| کہانی کا قتل | 18/- | آپریشن الورا | 29/- | وادی دہشت | 114/- |
| قاتل کا خط | 18/- | مجرم منصوبہ | 29/- | ملاشا کا زلزلہ | 90/- |
| گھناؤنا ستم | 18/- | ہوا کے قیدی | 29/- | دلدل کا سمندر | 132/- |
| تیسرے کی تلاش | 18/- | ہولناک لمحے | 29/- | خزانے کا طوفان | 90/- |
| آگ کی مورتی | 18/- | پراسرار خط | 29/- | فاکا سارے | 90/- |
| گھر کا دشمن | 18/- | موت کا پھندا | 29/- | سازش کا اژدہا | 90/- |
| دوسرا سانپ | 18/- | انوکھی چوری | 29/- | اژدہے کی اٹھان | 90/- |
| خون کی ہولی | 18/- | ڈاکو کا وار | 29/- | اژدہے کی لپیٹ | 90/- |
| کیسٹ کا راز | 18/- | موت کا جزیرہ | 29/- | | |
| سونے کی کار | 18/- | گولیوں کی وباء | 29/- | | |
| ماہر قاتل | 33/- | حویلی کا خط | 29/- | | |

تین سو روپے اور زائد آرڈر پر ڈاک خرچ اٹلانٹس پبلیکیشنز ادا کریگا۔ اس سے کم کے آرڈر پر آپ کو مطلوبہ کتب کی کل رقم کے علاوہ 30 روپے بطور ڈاک خرچ بھی ادا کرنا ہوگا۔

یہ تمام ناول آپ اٹلانٹس پبلیکیشنز D-83 سائٹ کراچی کے نام مطلوبہ رقم کا منی آرڈر / پے آرڈر ارسال کر کے منگوا سکتے ہیں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2581720 - 2578273
e-mail: atlantis@cyber.net.pk



D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2581720 - 2578273
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

# والدین کی توجہ کے لئے

کیا آپ کو وہ زمانہ یاد ہے جب بچوں کو بڑوں کی کتابیں ناول اور ڈائجسٹ وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہوا کرتی تھی۔

اپنا بچپن یاد کریں جب آپ اشتیاق احمد اور مقبول جہانگیر جیسے رائٹرز کی لکھی اور معیاری اشاعتی اداروں کی شائع کردہ بچوں کی کہانیاں اور ناول پڑھا کرتے تھے۔

کیوں؟ آخر کیوں بچوں کو بڑوں کے لئے مخصوص ناول اور افسانے پڑھنے کی اجازت نہیں تھی؟ کیوں برا سمجھا جاتا تھا کہ بچے بڑوں کے ساتھ بیٹھ کر فلمیں دیکھیں۔ کیا اس لئے نہیں کہ......

بچوں کے ناپختہ ذہن رومانوی فلموں، ڈراموں، افسانوں اور خواتین برانڈ ڈائجسٹوں کے مکالموں، الفاظ، گھریلو جوڑ توڑ اور اندرون خاندان سازشوں، نند بھاوج، دیورانی جیٹھانی، ساس بہو جیسے نازک رشتوں کی نوک جھونک اور تو تو، میں میں کا غلط اثر نہ لے لیں۔ بچپن ہی سے ان کے ذہنوں میں ناپختگی اور شعور کی کمی کے سبب ان رشتوں کے حوالے سے تحفظات جنم نہ لے پائیں، منفی خیالات جڑ نہ پکڑ جائیں۔

اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو ان تیس برسوں میں کیا بچوں کی تربیت، بچوں کو کیا بتایا جانا چاہئے اور کیا نہیں پتا ہونا چاہئے کا فلسفہ تبدیل ہو چکا ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو آج بھی رومانوی ناول اور افسانے پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتے تو ان افسانوں اور خلوت کے لئے مخصوص مکالموں پر مبنی پاکستانی اور بھارتی ڈرامے دیکھنے کی اجازت کیسے دے پاتے ہیں۔ کیا سبب ہے کہ آپ کے بچے آج ویسے ہی اور اتنی ہی دلچسپی اور لگن سے کہانیاں اور بچوں کے جاسوسی اور مہماتی ناول نہیں پڑھتے جیسا کہ آپ جب بچے تھے تو پڑھا کرتے تھے۔

انٹرنیٹ، کیبل ٹی وی وغیرہ کے فائدے بھی لاتعداد ہیں اور نقصانات بھی بے شمار۔ سوچئے اور غور کیجئے کہ آپ اپنے بچوں کو کس طرح میڈیا کے منفی اور نقصان دہ اثرات سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کا کردار اور رول اہم ترین ہے۔ یقیناً ہم نہ انٹرنیٹ کو روک سکتے ہیں اور نہ سٹیلائٹ چینلو پر پہرے بٹھا سکتے ہیں اور ایسا کرنا حماقت، اور کم عقلی ہی شمار ہوگی۔ اگر ہم کچھ کر سکتے ہیں تو یہ کہ اپنے بچوں کو مثبت اور دلچسپ متبادل تفریح فراہم کریں۔ ایسی تفریح کہ وہ چیٹنگ اور سٹیلائٹ ٹی وی سے کچھ حد تک ہی صحیح، ہٹ کر مثبت اور سستی، آسانی سے دستیاب تفریح کی طرف راغب ہو جائیں۔ اور ایسی تفریح کتابوں کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہرگز یہ تمنا نہ کیجئے کہ آپ کے بچے فوراً ہی ڈپٹی نذیر احمد، نسیم حجازی اور کسی محترم مولانا کی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں گے۔ پہلے بچوں میں مطالعے کی عادت تو پیدا کیجئے۔ بچوں کو دلچسپ، سبق آموز، مہماتی اور سراغرسانی کے واقعات پر مشتمل کہانیاں اور ناول لا کر دیجئے، اپنے گھر میں کتاب کلچر کو فروغ دیجئے۔ خود بھی گھر میں کتابیں لائیے اور پڑھئے۔ کتاب کا ماحول پیدا کیجئے۔ سالگرہ اور ایسے مواقعوں پر ان کے پسندیدہ دلچسپ ناول اور کہانیوں کی کتابیں بچوں کو لا کر دیجئے۔

اگر آپ بچوں کو کہانیوں اور ناولوں کے ذریعے "کتابی کیڑا" یا کتاب پڑھنے کا عادی نہیں بنائیں گے تو ان سے یہ توقع بھی نہ کیجئے کہ وہ کبھی کتابوں کی طرف راغب ہوں گے اور علم و حکمت، سائنس اور فلسفے کے عظیم ذخیروں کی طرف

رخ بھی کریں گے یا بھی تعلیم کے میدان میں کوئی کارنامہ سرانجام دیں گے۔ فرسٹ اور سیکنڈ تو رٹو طوطے بھی آسکتے ہیں۔ دنیا کے مشہور اور کامیاب ترین، عظیم ترین لوگوں کی سوانح عمریاں پڑھ ڈالیے کوئی ایسا نہیں ملے گا جو بچپن سے مطالعے کا عادی نہ ہو۔

اگر آپ واقعی اس مسئلے سے پریشان ہیں کہ آپ کا بیٹا یا بیٹی، پوتا یا پوتی، نواسا یا نواسی سٹیلائٹ چینل کے ڈراموں اور پروگراموں کی لت میں مبتلا ہیں تو دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی صورت میں ان کو ایک مثبت متبادل فراہم کریں۔ یاد رکھیے! نئی نسل سیلِ رواں اور بہتے دریا کی مانند ہوتی ہے۔ جس کے بہاؤ کو روکا نہیں جاسکتا صرف چینلائز کیا جاسکتا ہے۔ اس کے آگے صرف دیوار بنا دینا ہی کافی نہیں ہوتا کہ جلد یا بدیر پانی کے دباؤ اور زور کے آگے دیوار ٹوٹ جاتی ہے اور رکا ہوا پانی سب کچھ تاراج کرتا ہر شے کو "خس و خاشاک" کی طرح بہاتا سروں پر سے گزر جاتا ہے۔ دیوار ضرور بنایئے مگر جس طرف آپ اس کا رخ موڑنا چاہتے ہیں اس طرف نہریں اور چینل ضرور بنا دیجیے۔ بچوں کو روکیے ضرور...... مگر متبادل فراہم کرتے ہوئے...... اور سبق آموز، دلچسپ، مہماتی اور جاسوسی کہانیوں اور ناولوں سے بہتر کوئی متبادل نہیں۔ کوشش کیجیے ورنہ شکایت مت کیجیے کہ بچے غلط طرف نکل چلے ہیں۔ مت کہیے کہ بچوں میں نہ اخلاق ہے نہ تمیز۔ مت چلایئے کہ نہ بڑوں کا ادب ہے اور نہ بزرگوں کا احترام۔

......کہ یہ تمام اوصاف صرف کتابوں سے آتے ہیں۔ گھر کے ادبی اور علمی ماحول سے آتے ہیں۔ ذوقِ مطالعہ اور مطالعے کی عادت سے آتے ہیں اور یہ فراہم کرنا والدین کا، گرینڈ والدین کا اور اساتذہ کا کام ہے۔ بچوں میں مطالعے کا شوق خود رو نہیں ہوتا بلکہ ماحول بنا کر سینچنا پڑتا ہے۔